ماہنامہ

دلیلِ راہ

لاہور

جولائی 2009ء — رجب المرجب 1430ھ

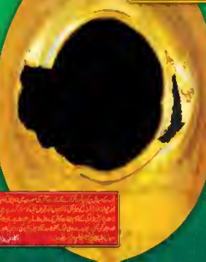

حمد قاضی الحاجات

قمر یزدانی

عیاں تو ہی تو ہے ، نہاں تو ہی تو ہے
خداوند کون و مکاں تو ہی تو ہے

ترے رنگ وحدت کے قربان مولا
یہاں تو ہی تو ہے ، وہاں تو ہی تو ہے

چمن زار عالم میں ہیں تیرے جلوے
گلوں میں تجلی فشاں تو ہی تو ہے

ہے سبزے کی نزہت میں تیری ہی قدرت
بہار آفریں بے گماں تو ہی تو ہے

یہ مخلوق ساری ہے محتاج تیری
دو عالم کا روزی رساں تو ہی تو ہے

خدایا! پریشانیاں دور کر دے
سکوں بخش قلب پنہاں تو ہی تو ہے

نعت نبوی ﷺ

عشق احمد ﷺ میں جو بسر نہ ہوئی
زندگی ایسی ، معتبر نہ ہوئی

کیسے پہنچوں گا اپنی منزل پر
ان ﷺ کی رحمت جو ہمسفر نہ ہوئی

کب ، کہاں اور کس گھڑی مجھ پر
میرے سرکار کی نظر نہ ہوئی

جس نے چھوڑا ہے اسوۂ انور ﷺ
شام اس کی کبھی سحر نہ ہوئی

بخشی معراج آپ ﷺ کو حق نے
اہل مکہ کو کچھ خبر نہ ہوئی

آئے لاکھوں ہی دارا و جم سے
کوئی ہستی مگر عمر نہ ہوئی

اس کی نعتوں میں نور ، نور کہاں
نعت میں جس کی آنکھ تر نہ ہوئی

حافظ نور احمد قادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معمارِ حرم باز بہ تعمیرِ جہاں خیز

ڈاکٹر سرفراز نعیمی کی تدفین کے بعد حرمین شریفین کی زیارت نصیب ہوئی۔ پندرہ دن قیام کے بعد برطانیہ سنی کانفرنس میں شرکت کے لئے جانا پڑا۔ اس مرتبہ سوگوار ماحول میں "عالم اسلامی" کے مسائل پر غور و فکر کا موقع ملا۔ میں سمجھتا ہوں کہ "عالم اسلامی" کو ناخوشگوار حالات کے دام تزویر میں گرفتار کرلیا گیا ہے۔ مسلمان خود شناسی، خود اعتمادی اور اخلاص فی سبیل اللہ کی دولت سے محروم ہیں۔ پورا اسلامی قلمرو مغرب کی غلامی میں جکڑا ہوا ہے۔ اوپر سے کردار کی خرابی نے عام مسلمانوں کو بھی تباہ و برباد کر رکھا ہے۔ ہم لوگ فکری، تہذیبی اور سیاسی اعتبار سے لٹے پٹے لوگ ہیں۔ ماضی میں افتاد کے زمانے میں ہمیشہ صوفیاء کے تازہ دم دستے اُمہ کے کام آئے لیکن اس دور نا مسعود میں صوفیاء کو حرص، طمع اور مال پرستی چاٹ گئی ہے۔ اسلام کے فکری سرچشمہ سے دور ہٹ جانے کی وجہ سے مغرب کو اماں بنا کر اس کے پستان چوسنے میں مصروف عالم اسلام سے بڑی توقعات وابستہ نہیں کی جاسکتیں۔ انگلینڈ میں مذہبی آماجگاہوں کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا ہے۔ نظام معاشرت اور طرز فکر میں واضح تبدیلیاں لائی گئی ہیں۔ کوئی کسی کو بڑا ماننے کے لئے تیار نہیں۔ لگتا یہی ہے:

کس رہے ہیں اپنے منقاروں سے حلقہ جال کا
طائروں پر سحر ہے ، صیاد کے اقبال کا

مغرب مشرق کو کھا رہا ہے۔ اسلام کے بنیادی سرچشموں میں انحراف اور تبدیلیاں لانے کے لئے شیطانی "تھنک ٹینک" مصروف غلاظت ہے اور ہمارے اکابر اور بزرگ حضرت ابوبکر صدیق ؓ اور حضرت علی ؓ کی فضیلتوں کو ماپنے میں جتے ہوئے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے مسائل پر گریبان نوچنے کی ریاضتیں ہو رہی ہیں۔ ایک کہتا ہے میرا ابا بڑا ہے، دوسرا فرماتا ہے وہ تو میرے دادا کی دہلیز پر پہرا دیتا تھا۔ بھاری بھاری گالیاں اپنے حریفوں کو نوازنے کے لئے سوچی جارہی ہیں۔ ٹی وی چینلز خریدے اور استعمال کیے جارہے ہیں کہ اپنے مخالف کی پگڑی اچھالی جائے۔ اُمہ کے مسائل پر کون غور و فکر کرے گا۔ عورت جنس کی صورت میں زاویوں کو اجاڑ رہی ہے اور پونڈز اور ڈالرز

کے میزائل خانقاہوں اور قبروں تک کو مسمار کر رہے ہیں۔ شائد یہ لاعلاج مرض زندگی کے تمام طبقات کو شریک حال بنانے پر تلا ہوا ہے۔ ان لایعنی مشاغل اور تباہ کن کمزوریوں سے وہی لوگ محفوظ رہ سکتے ہیں جن کی روحوں اور بدنوں میں رسول اللہ ﷺ کی تعلیم کا سچا اثر موجود ہو۔ یہی کہا جا سکتا ہے:

معمار حرم باز بہ تعمیر جہاں خیز

حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ اسلامی لشکر کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا:

''تم لوگ کبھی اس خوش فہمی میں مبتلا نہ ہونا کہ ہمارا دشمن چونکہ شر میں بڑھا ہوا ہے اس لئے ہم پر غالب نہیں آ سکتا۔ دنیا میں بہت سی قومیں ایسی گزری ہیں جن پر ایسے لوگ غالب آ گئے جو شر میں ان سے کہیں زیادہ آگے بڑھے ہوئے تھے مثلاً اولادِ یعقوب پر مجوسی کافروں کا تسلط ہو گیا۔''

دنیا کی اس ابتلاگاہ میں مسلمانوں کو ایمان کی روشنی میں خواہشات کے اندر تحدید کرتے ہوئے عزم و ہمت کے ساتھ آگے بڑھنا ہوگا۔ غلامان رسول ﷺ کا طرز حیات، انداز فکر اور منشور تگ و تاز کیا ہونا چاہیئے اس کے لئے چاہوں گا کہ وہ وصیت نامہ آپ کے سامنے رکھ دوں جو شہادت کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے عظیم فرزندوں کو عنایت فرمایا تھا۔

اس حساس منظر کو سامنے لایئے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ زخمی حالت میں ہیں۔ سر قدس سے خون کا فوارہ چھوٹ پڑا ہے۔ آپ کے سامنے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ دونوں پیکر ادب بن کر کھڑے ہیں۔ مولا علی رضی اللہ عنہ، اللہ کی حمد اور حضور ﷺ پر درود و سلام پیش کرنے کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کو سمجھاتے ہیں:

بیٹا! میرے بعد تقویٰ کو اختیار کئے رکھنا۔۔۔!!

حرص اس بات کی رکھنا کہ خاتمہ اسلام پر ہو۔۔۔!!

اللہ کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ تھامے رکھنا۔۔۔!!

اختلاف، انتشار اور تفرقہ کا شکار نہ ہونا۔۔۔!!

اپنے خاندان، گھرانے اور دوستوں میں اصلاح کرتے رہنا۔۔۔!!

صلہ رحمی کرتے رہنا اللہ تعالیٰ تمہارے لئے حساب کو آسان فرما دے گا۔۔۔!!

اللہ اللہ

یتیموں کا خیال رکھنا۔۔۔!!

اللہ اللہ

اپنے پڑوسیوں کا ہمیشہ خیال رکھنا۔۔۔!!

اللہ اللہ

قرآن پڑھتے رہنا اور اس پر عمل جاری رکھنا عمل میں لوگ تم سے آگے نہ بڑھ جائیں۔۔۔!!

اللہ اللہ

نماز کی حفاظت کرنا، یہ تمہارے دین کا ستون ہے۔۔۔!!

اللہ اللہ

بیت اللہ کو آباد رکھنا یہ کبھی خالی نہ ہو۔۔۔!!

اللہ اللہ

اپنے رب کی راہ میں جہاد جاری رکھنا۔۔۔!!

اللہ اللہ

زکوٰۃ کی ادائیگی میں پس و پیش نہ کرنا، اس لئے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی اللہ کے غضب کی آگ کو بجھا دیتی ہے۔۔۔!!

اللہ اللہ

ذمی لوگوں کا خاص خیال رکھنا، وہ محرومیوں کا شکار نہ ہوں۔۔۔!!

اللہ اللہ

اپنے نبی کے اصحاب کا احترام ہمیشہ لازم رکھنا۔۔۔!!

اللہ اللہ

فقیروں اور ضرورت مندوں کی ضروریات پوری کرنے کا اہتمام برتنا۔۔۔!!

اللہ اللہ

اللہ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی ہرگز پرواہ نہ کرنا۔۔۔!!

لوگوں سے اچھی بات کرنا، ان کی خیر خواہی کرتے رہنا، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا، وگرنہ شریر لوگ غالب آ جائیں گے پھر تم دعا مانگو گے دعا قبول نہیں ہوگی۔ نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنا، برائی میں کسی کا ہاتھ نہ بٹانا۔

اللہ سے ہمیشہ ڈرتے رہنا، بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ تم اہل بیت کی حفاظت خود فرمائے اور تمہارے درمیان تمہارے نبی کی سنت کو وہ قائم رکھے۔ میں تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔۔۔!!

اکابر اُمت کی حکمت افروز، ایمان ساز اور حوصلہ پرور باتیں ملاحظہ کرنے کے بعد میں یاد کروانا چاہوں گا کہ ہم میں سے ہر ایک پر ایک ایسا وقت آنے والا ہے جب موت دونوں آنکھوں کی سیاہی سے حیات نوچنا شروع کرے گی اور کہنیوں کو ہتھیلیوں سے جدا کر دے گی، بازوؤں کو کندھوں سے الگ کر دے گی، پنڈلیاں گھٹنوں سے اور گھٹنوں کو رانوں سے الگ کر دیا جائے گا، بڑے اور چھوٹے سب لوگ بکھیر دیئے جائیں گے۔ ایسا وقت آنے سے پہلے ہمیں دنیا سازوں، دھوکہ بازوں اور نفاق سے نجات کی کوئی تدبیر اپنا لینی چاہیے۔ مسلمانوں کے پاس اب بھی کچھ وقت ہے کہ کفر اور طاغوت کی غلامی سے نجات کا راستہ اپنا لیں اور پیغمبر ﷺ کی پیروی کی روحانی منزل کی طرف بڑھنا شروع کر دیں۔ کسی بڑی قوم اور اس کی قوت و سطوت سے ڈرنے کی روش خدارا اسے خیر آباد کہیں اور عقیدہ مضبوط رکھیں۔

إِنَّمَآ أَمْرُهُۥٓ إِذَآ أَرَادَ شَيْـًٔا أَن يَقُولَ لَهُۥ كُن فَيَكُونُ ۝

(سورہ یٰس ۸۲)

اس کا کام دیکھئے کہ جب کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے حکم دیتا ہے ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے

قرآن مجید نے سورہ کہف کے اندر ایک قصہ بیان کیا ہے۔

ایمانی اور مادی زندگی کے تفاوت کو کتاب رحمت سے سمجھا جا سکتا ہے۔

ہیں تو یہ عبرت کی تعبیریں لیکن منزل کو قریب کرنے کا وسیلہ بن سکتی ہیں۔

وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ أَعْنَابٍ وَحَفَفْنَاهُمَا بِنَخْلٍ
وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ۝٣٢ كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ آتَتْ أُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِم مِّنْهُ شَيْئًا ۚ وَفَجَّرْنَا
خِلَالَهُمَا نَهَرًا ۝٣٣ وَكَانَ لَهُ ثَمَرٌ فَقَالَ لِصَاحِبِهِ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَنَا أَكْثَرُ مِنكَ مَالًا
وَأَعَزُّ نَفَرًا ۝٣٤ وَدَخَلَ جَنَّتَهُ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ قَالَ مَا أَظُنُّ أَن تَبِيدَ هَٰذِهِ
أَبَدًا ۝٣٥ وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً وَلَئِن رُّدِدتُّ إِلَىٰ رَبِّي لَأَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا
مُنقَلَبًا ۝٣٦ قَالَ لَهُ صَاحِبُهُ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَكَفَرْتَ بِالَّذِي خَلَقَكَ مِن تُرَابٍ ثُمَّ مِن
نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوَّاكَ رَجُلًا ۝٣٧ لَّٰكِنَّا هُوَ اللَّهُ رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِرَبِّي أَحَدًا ۝٣٨ وَلَوْلَا إِذْ
دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ ۚ إِن تَرَنِ أَنَا أَقَلَّ مِنكَ مَالًا وَ
وَلَدًا ۝٣٩ فَعَسَىٰ رَبِّي أَن يُؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّن جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَاءِ
فَتُصْبِحَ صَعِيدًا زَلَقًا ۝٤٠ أَوْ يُصْبِحَ مَاؤُهَا غَوْرًا فَلَن تَسْتَطِيعَ لَهُ طَلَبًا ۝٤١ وَأُحِيطَ
بِثَمَرِهِ فَأَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلَىٰ مَا أَنفَقَ فِيهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا وَيَقُولُ
يَا لَيْتَنِي لَمْ أُشْرِكْ بِرَبِّي أَحَدًا ۝٤٢ وَلَمْ تَكُن لَّهُ فِئَةٌ يَنصُرُونَهُ مِن دُونِ اللَّهِ وَمَا
كَانَ مُنتَصِرًا ۝٤٣ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلَّهِ الْحَقِّ ۚ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَخَيْرٌ عُقْبًا ۝٤٤

(سورہ کہف ۳۲ تا ۴۴)

اور ان کے لیے دو آدمیوں کی مثال بیان فرمائیں کہ ان میں سے ایک کو ہم نے انگوروں کے دو باغ دیے اور ڈھانپ دیا ان دونوں کو کھجوروں سے اور ان کے درمیان کھیتی رکھی (۳۲) یہ دونوں باغ اپنے پھل لائے اور ذرا بھی ان میں سے کسی نے کمی نہ کی اور ہم نے ان دونوں کے درمیان نہریں جاری کردیں (۳۳) اور اُس شخص کے پاس باغ میں اور پھل بھی تھے تو اُس نے اپنے ساتھی سے گفتگو کرتے ہوئے کہا میں مال میں تم سے زیادہ کثرت رکھتا ہوں اور افرادی قوت میں بھی زیادہ مضبوط ہوں (۳۴) اور وہ اپنے باغ میں داخل ہوا درآنحالیکہ وہ اپنے نفس پر ظلم کرنے والا بن چکا تھا، بولا! میں خیال نہیں کرتا کہ یہ باغ کبھی بھی ویران ہو (۳۵) اور میں گمان نہیں کرتا کہ قیامت قائم ہوگی اور اگر میری بازگشت میرے ربّ کی طرف ہوئی تو میں یقیناً اس سے کہیں بہتر پلٹنے کی جگہ پالوں گا (۳۶) اُس کے ساتھی نے اس سے کہا جب وہ اُس سے گفتگو کر رہا تھا کیا تو اُس ذات سے منکر ہو رہا ہے جس نے تجھے مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر تجھے سنوار بنا کر صحیح سالم آدمی بنا دیا (۳۷) لیکن میں تو یہی کہوں گا اللہ ہی میرا ربّ ہے اور میں کسی کو بھی اپنے ربّ کا شریک نہیں بناؤں گا (۳۸) اور کیوں نہ ایسے ہوا کہ جب تو اپنے باغ میں داخل ہوا کہتا اللہ جو چاہے وہی ہوتا ہے کوئی قوت نہیں بجز اللہ کے اگر تو نے مجھے یہ سمجھا ہے کہ میں مال اور اولاد میں تجھ سے کم ہوں (۳۹) پس قریب ہے کہ میرا ربّ مجھے عطا فرمادے تیرے باغ سے کوئی بہتر چیز اور اس باغ پر ایسی حساب گر آسمانی آفت اتار دے پھر ہو جائے یہ سب کچھ ایک چٹیل میدان (۴۰) یا اس کا پانی خشک ہو جائے پھر تو ہرگز

اُسے تلاش نہ کر سکے (۴۱) اور اُس کا باغ پھل سمیت برباد ہوگیا تو وہ اپنے دونوں ہاتھ افسوس سے ملنے لگا اس پر جو اُس نے اس باغ پر خرچہ اٹھایا تھا جبکہ وہ اپنے چھپروں پر برباد پڑا تھا اور وہ کہنے لگا اے کاش! میں نے کسی کو اپنے ربّ کا شریک نہ بنایا ہوتا (۴۲) اور نہ رہ سکا افراد کا کوئی جتھہ اس کے لیے جو اللہ کے مقابلہ میں اس کی مدد کرتے اور نہ ہی وہ بدلہ لینے کے قابل تھا (۴۳) یہاں سے یہ ثابت ہوگیا کہ ہر ایک کا اللہ کی قدرت میں ہونا حق ہے وہی بہتر ثواب دینے والا ہے اور خیر نتائج کا مالک بھی وہی ہے (۴۴)

سورہ کہف کا یہ رکوع ایمان کو مضبوط کرتا ہے کہ جسے ہم اللہ مانتے ہیں وہ قادر ہے اور ولایت ساری کی ساری اللہ سچے ہی کے لئے ہے۔ ایک نہ ایک دن وہ کافروں کی گردنیں مروڑ دے گا اور اپنی راہ میں مخلصانہ سفر کرنے والوں کو منزل نصیب فرمادے گا۔

اے اللہ اسلام کے ذلیل دشمنوں کے سامنے پسپا ہونے کی عزت سوز منزل سے بچانا اور اپنی راہ چلائے رکھنا۔

سید ریاض حسین شاہ (دستخط)

سید ریاض حسین شاہ

حرف حرف روشنی

سید ریاض حسین شاہ قرآن مجید فرقان حمید کی تفسیر "تبصرہ" کے عنوان سے تحریر کر رہے ہیں۔ ان کا اسلوب نگارش منفرد اور دیگر مفسرین سے مختلف بھی ہے اور دلچسپ بھی۔ انداز بیان سادہ اور دلکش ہے جس میں رموز و معانی کا سمندر موجزن ہوتا ہے۔ ذیل میں ہم قارئین کی دلچسپی کے لیے سورہ شمس کی تفسیر کا پہلا حصہ پیش کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

سید ریاض حسین شاہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۝١ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ۝٢
وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا ۝٣ وَالَّيْلِ اِذَا
يَغْشٰهَا ۝٤ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ۝٥ وَالْاَرْضِ
وَمَا طَحٰهَا ۝٦ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ۝٧
فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا ۝٨ قَدْ اَفْلَحَ
مَنْ زَكّٰهَا ۝٩ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ۝١٠

قسم ہے سورج اور اس کی تابانی کی (۱) اور قسم ہے چاند کی جب وہ اس کے پیچھے پیچھے آئے (۲) اور قسم ہے دن کی جب وہ اسے روشنی دے (۳) اور قسم ہے رات کی کہ جب وہ ڈھانپ لے (۴) اور قسم ہے آسمان کی اور اس کی جس نے اُسے بنایا (۵) اور قسم ہے زمین کی اور اس کی جس نے اُسے پھیلایا (۶) اور نفس کی اور اس کی جس نے اسے درست فرمایا (۷) پھر اس میں اس کا بگڑنا اور سنورنا الہام فرمایا (۸) بے شک کامیاب وہ ہوا جس نے نفس کو صاف ستھرا کیا (۹) اور بے شک وہ نامراد ہوا جس نے نفس کو معصیت میں روندڈالا (۱۰)

سورہ شمس تنبیہ نامہ ہے جو تضادات کی دنیا میں توحید کا نور پھیلانے والے رسول کے سینہ پر مکی زندگی میں نازل ہوا۔ اس کی پندرہ آیات ہیں۔ ہر حرف نور نامہ اور ہر لفظ آبگینہ رحمت ہے۔

یہ صحیفہ رحمت اس معاشرہ میں نازل ہوا جس میں ہر عیب، ہر خطا، ہر بدی اور ہر منافرت موجود تھی۔ ایک عرصہ بیت چکا تھا۔ اس بے آب وگیاہ علاقے نے کسی نبی اور مصلح کی خوشبو نہیں سونگھی تھی۔ اس سرزمین کی چٹانیں خیر ورحمت کا پیکر دیکھنے کے لئے ترس رہی تھیں۔ یہ دور ظلمتوں کا دور تھا۔ کہا جا سکتا ہے کہ یہ زمانہ سجدوں اور عبادتوں کی آوارگی کا زمانہ تھا۔ تاریکی ہر طرف چھا چکی تھی۔ اخلاق اور معاشرتی قدروں کے اجڑنے کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ کوئی شخص کسی شخص پر اعتماد کرنا جرم تصور کرتا تھا۔ فضاؤں کے بداعتماد اور بدمذہب ہونے کے باوجود یہاں کے رہنے والوں میں ادبی ذوق، فطری سادگی، وسیع حافظے اور قابل رشک وفاداری ایسے جواہر موجود تھے۔ متضاد قدروں کے امین متضاد معاشرے میں حضور ﷺ کے سینہ پر جب سورہ شمس نازل ہوئی، اس میں بداعتمادی کا علاج سات قسموں سے کیا گیا۔ سورت کے اسلوب میں تبع اور ارداف کا حسن رکھ کر قرآن سننے والوں کا ادبی ذوق پورا کیا گیا۔ پھول کی پتیوں میں جیسے خوشبو نہاں ہوتی ہے ایسے ہی سورہ شمس کے لہجوں میں معنویت سمودی گئی۔

سورہ کی قسموں میں کائنات کی بڑی حقیقتیں بیان کی گئیں لیکن اسلوب ایسا کہ محسوس ہو کہ دنیا ساری تضادات کی رزم گاہ ہے لیکن قسم کرنے والے نے سورت پڑھنے والے کو سمجھایا کہ ایک قادر قیوم ایسا بھی ہے جو تضاد میں توافق اور تفاوق ابھار رہا ہے۔ سب کچھ اس کے قبضے میں ہے، ہر ایک اس کی طرف سے مامور "لاجل" ہے۔ سورج اور اس کی روشنی، چاند اور اس کی تلاوت، دن اور اس کی تجلی، آسمان اور اس کی رفعت، زمین اور اس کا عجز اور نفس اور اس کا تسویہ ہر ایک کا ایک مقصد، ایک میعاد اور ایک امتحان ہے۔ آفاق کی متنوع بستی میں جگنو کی سی زندگی گزارنے والے انسان کو ایک بہت بڑی حقیقت کا سبق دے دیا گیا۔

نفس کو جس نے پاک کیا وہ کامیاب ہوا اور جس نے اس نفس کو آلودہ کر دیا وہ نامراد اور برباد ہو گیا۔

زندگی کی تجربہ گاہ میں انسان کے لئے مثالوں اور بیتے ہوئے واقعات سے سبق لینا قدرے آسان ہوتا ہے۔ سورہ شمس میں ایک کٹی پٹی قوم کو بطور نمونہ پیش کر دیا گیا کہ اس سے سبق حاصل کیا جائے جس کی سرکشی اور ڈھٹائی جب انتہا تک جا پہنچی تو رب کریم نے اس قوم کو کوٹ کر رکھ دیا۔

قیوم اور قادر ذات کی تعزیریں اتنی کڑی اور سخت ہوتی ہیں کہ جب وہ کسی قوم یا ملت کو پکڑتا ہے تو ڈرتا نہیں کہ انجام اور نتیجہ کیا ہوگا۔ اللہ اپنی گرفت سے ہمیں محفوظ رکھے۔

سورہ شمس میں مباحث جن عنوانات کے گرداگرد گھومتے ہیں ان کی ترتیب یہ ہے:

ا۔ مبدأ کائنات

ب۔ مظاہر کائنات

ج۔ ترتیب کائنات

د۔ تنظیم کائنات

ہ۔ مآل کائنات

و۔ محور کائنات

ز۔ تعمیر کائنات

ح۔ تخریب کائنات

ط۔ تاریخ کائنات

ی۔ آیاتِ کائنات

ک۔ عواقب کائنات

سورت کے تفہیمی مراکز میں سے جس جگہ بھی توجہ مرکوز کر دی جائے، فہم وذکا کی دلکشا جنتوں کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے اور کبھی خوفناک تعزیریں لرزا بھی دیتی ہیں۔ لطافت پڑھنے اور سمجھنے ہی میں ہے۔

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۝۱

قسم ہے سورج اور اس کی تابانی کی

مجاہد نے فرمایا "ضحیٰ" سے مراد روشنی ہے۔ (تفسیر القرآن: ابن کثیر)۔ قتادہ نے اس سے مراد پورا دن لیا ہے (تفسیر

مظہری: ثناء اللہ پانی پتی) ابن جریر طبری نے بھی یہی لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے سورج اور دن کی قسم کی ہے (تفسیر طبری: ابن جریر)۔ کلبی نے لکھا کہ آفتاب جس وقت طلوع ہو خاص اس وقت کی قسم کی گئی ہے۔ مقاتل نے کہا کہ " ضحیٰ " سے مراد سورج کی گرمی ہے۔ (تفسیر مظہری: ثناء اللہ ایضاً زاد المسیر)۔ سورج کا روشنی یا گرمی دینا اس کی اطاعت ہے۔ مقصد کتاب نابینا انسان کو بصارت بخشنا ہے کہ روشنی کا مرکز و محور تو مدبر کائنات کی اطاعت میں سرگرداں ہے اور سرکش انسان اتنی بڑی کائنات میں چھوٹے سے جرثومے کی حیثیت بھی نہیں رکھتے اور معصیت پر دلیری دکھا رہے ہیں۔ قسم نے تین چار حقیقتیں قاریٔ قرآن کے سامنے بے نقاب کر دیں۔

انداز قسمیہ رکھا تا کہ سننے والوں کے دل میں اعتماد اور وثوق پیدا ہو۔

سورج اتنا بڑا ہونے کے باوجود اطاعت الٰہی میں لگا ہوا، یعنی اصل عظمت خدا کی بندگی ہی میں ہے۔

سورج کا روشنی دینا فائدہ دینا ہے۔ اصل میں اچھا انسان وہی ہے جو دوسروں کو نفع اور فائدہ پہنچاتا ہے۔

سورج کی روشنی نور بھی دیتی ہے لیکن جلاتی بھی ہے۔ نور کی قسم کرنا اس طرف توجہ دلاتا ہے کہ جب ایک ہی وجود میں فائدہ بھی ہو اور نقصان بھی، اچھائیاں بھی ہوں اور عیوب بھی، تو توجہ فائدوں اور خوبیوں کی طرف دینی چاہیے۔

سورج اور اس کا روشنی دینا بتلاتا ہے نور کا مرکز سورج ہے جس سے باقی کہکشاؤں کا ہر سیارہ مستنیر ہو رہا ہے۔ واللہ اعلم

وَالْقَمَرِ إِذَا تَلٰىهَا ۝۲

اور قسم ہے چاند کی جب وہ اس کے پیچھے پیچھے آئے

سورہ شمس کی یہ دوسری آیت ہے۔ اسے عمود سورت کے لئے دوسری تمہید کہا جا سکتا ہے۔ یہاں سے سورہ جمالیاتی، روحانی اور عمیق رومانی انداز میں انسانی دل کو کائنات کے ایک خوبصورت داعی کی طرف توجہ دلاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سورج کے پیچھے پیچھے آنے والے منور، تاباں، حسین اور خوبصورت چاند کی قسم کرتا ہے۔ سید قطب نے خوبصورت بات لکھی ہے کہ چاند اور انسانی دل میں قدیم، مخفی اور جسم کے رواں رواں میں سرایت کر جانے والی محبت موجود ہے (فی ظلال القرآن: سید قطب)۔ شاعروں نے اسے اپنے قصیدوں، نظموں اور غزلوں کا بہترین عنوان بنایا ہے۔ چودھویں کا چاند دیکھ کر دل کی دھڑکنیں ویسے ہی تیز ہو جاتی ہیں۔ بلاشبہ چاند کی روشنی میں بڑی راحتیں اور خوبصورت بہاریں مضمر ہیں۔

قرآنی قسم صرف اور صرف شفاف چاند ہی کو عنوان سخن نہیں بناتی، وہ اس کی پر بہار ادا کو بھی موضوع فکر قرار دیتی ہے۔ چاند کی تلاوت کیا ہے؟ اسے دیکھنے کے لئے آنکھ چاہیے اور اسے سننے کے لئے لطافت سماع درکار ہے۔ چاند کے حسن کا سارا راز اس کی تلاوت میں ہے۔ تلاوت پیچھے پیچھے چلنا، اتباع میں رہنا۔ قمر کی قسم کی، جب وہ سورج کے پیچھے پیچھے چلے، اس سے نور لے اور پھر ظلمتوں کو اجالوں سے بدلے۔ علامہ اسماعیل حقی فرماتے ہیں کہ چاند سورج کا خلیفہ ہے، وہ بدن میں مانند دل ہے اور سورج مثل روح ہے۔ (روح البیان: اسماعیل حقی)۔ قلب چاند کی طرح سورج کے پیچھے چلے تو نفس کی ظلمتیں دور کر سکتا ہے۔ سورج سے مراد سراج منیر ہو تو ان کی اتباع انسان کو قمر کی مانند روشن اور فیض بار بنا دیتی ہے۔

وَالنَّهَارِ إِذَا جَلّٰىهَا ۝۳

اور قسم ہے دن کی جب وہ اسے روشنی دے

مفسرین نے اس جملے سے دو مفہوم اخذ کیے ہیں: ایک تو یہ کہ " جلّٰها " میں ضمیر آفتاب کی طرف راجع ہے (مفاتیح الغیب: رازی، تفسیر مظہری، شیخ زادہ، ابن کثیر)۔ اس صورت میں اسناد مجازی ہوگی اور معنیٰ پر اس کا اثر یہ ہوگا کہ قسم اس دن کی ہوگی جو آفتاب کو خوب روشن کر دے۔ دن میں موجود روشنی اگرچہ آفتاب کی ہوتی ہے لیکن بادی اور بدیہہ نظر میں دن جوں جوں روشن ہوتا چلا جاتا ہے، لگتا ہے آفتاب دن کی وجہ سے روشن ہوتا جا رہا ہے۔ ایسے ہی جیسے بیٹا جوان ہو جائے اور اس کا نفوذ و اثر عالم گیر ہو جائے تو باپ بیٹے کی وجہ سے پہچانا جائے گا لیکن بیٹے کی اصل تو باپ ہی ہوتی ہے۔ ادب میں یہ قاعدے عام ہیں کہ مسبب سبب کی پہچان بن جائے اور کبھی سبب مسبب کے لئے ذریعہ معرفت ہو جائے۔ رازی، شیخ زادہ اور ابن عاشور نے یہی لکھا۔

تفسیر کی دوسری جہت یہ بیان ہوئی کہ ضمیر کا مرجع زمین، دنیا یا ظلمت ہے (شیخ زادہ: شیخ زادہ، تفسیر ابن عاشور: ابن عاشور، روح البیان)۔ اگرچہ کلام میں زمین، دنیا اور ظلمت ضمیر سے پہلے مذکور نہیں لیکن کلام عرب میں مفہومات اگر متکلم یا سامع کے ذہن میں مبرھن ہوں، موجود اور معلوم ہوں تو بغیر ذکر ما سبق کے ضمیر کو راجع کر دینا جائز ہوتا ہے معنیٰ ہر دو صورتوں میں یہی ہوگا قسم دن کی جب وہ سورج یا زمین

کو روشن کردے۔ واللہ اعلم

وَالَّیۡلِ اِذَا یَغۡشٰھَا ۪ۙ

اور قسم ہے رات کی کہ جب وہ ڈھانپ لے

آیت کا عنوان دو باتیں ہیں: ایک رات اور اس کا نظام اور دوسری رات اور اس کا اثر اور نفوذ۔ یہ رات ہی ہے جو ہر زندہ موجود کے آرام اور سکون کا ذریعہ ہے۔ سورج اور دن کی گرمی، حرارت اور تیز حدت میں اعتدال کا ذریعہ رات ہی بنتی ہے۔ اگر ہر وقت سورج ہی روشن رہتا تو زندگی کس قدر مشکل ہو جاتی۔ خالق لیل ونہار نے تکوین کے نظام میں کتنا حسن اور تناسب رکھا۔ کبھی ہنگامے بکھیرنا، شور اور شوق ابھارنا اور کبھی نظارے سمیٹ لینا اور سکون اور آرام بکھیر دینا۔ دن کو حسن آشکار بنا کر دلہن کی طرح سجا دینا اور رات کو غلاف اور نقاب بنا کر ہر شئی کو پردوں میں چھپا لینا، یہ سب کچھ "ظاہر" اور باطن کے جلوے ہیں اور معرفت حق کے روشن نشانات ہیں۔ یہ بات فہم وذکا میں بصیرتوں کا مزید چراغاں کر دیتی ہے کہ سورج کا روشن کرنا، چاند کا اس کے پیچھے پیچھے چلنا اور دن کا روشنیوں کے لئے مسبب بن جانا، ماضی کی تعبیرات تھیں لیکن رات کے لئے مضارع کا صیغہ لا کر تعبیر میں ندرت لائی گئی۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ حوادثِ زمانہ کسی ایک زمانہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہوتے، اس لئے بعض امور ماضی اور بعض مضارع کے صیغے میں سموئے گئے (روح المعانی: آلوسی ایضاً تفسیر کبیر)۔ ابوحیان اندلسی نے لکھا کہ فاصلہ کی رعایت کی گئی ہے (البحر المحیط: ابوحیان اندلسی ایضاً آلوسی) اور اس خوبصورت اسلوب نے بلاغت میں کمال درجے کا حسن پیدا کر دیا ہے۔ یغشٰھا میں ضمیر راجع "الی الشمس" ہے یا پھر صفحۂ زمین اس سے مراد ہے۔ تفسیر کے دونوں پہلو قابل توجہ ہیں اور ہر ایک میں معنوی حسن موجود ہے۔

وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰھَا ۪ۙ

اور قسم ہے آسمان کی اور اس کی جس نے اُسے بنایا

آیت میں اخذ معنی کی دو صورتیں ہیں: ایک تو یہ ہے کہ "ما" کو من کے معنی میں لیا جائے، دریں صورت مفہوم تفخیم کا پیدا ہوگا یعنی قسم ہے آسمان کی اور اس عظیم ذات کی جس نے اسے بنایا۔ علامہ آلوسی لکھتے کہ یہاں نصاب فکر یہ ہے کہ قسم ایک تو ایجاد اور دوسرا قدرت کی طرف اشارہ کر رہی ہے یعنی الہ وہی ہے جو "موجد سما ہے" اور وہ اتنے بڑے نظام پر قدرت بھی رکھتا ہے (روح المعانی: آلوسی)۔ تفسیر کی دوسری جہت یہ ہے کہ یہاں "ما" کو مصدری معنی میں لیا جائے۔ دریں صورت معنی یہ ہوگا قسم ہے آسمان کی اور اس کے بنانے کی، قرآن حکیم میں اس کی دلیل "بما غفرلی ربی" موجود ہے (کشاف: زمخشری ایضاً انوار التنزیل: بیضاوی ایضاً الجامع الاحکام القرآن: قرطبی)۔ بعض مفسرین نے آیت میں "ما" کو موصولہ لینے میں مشکل محسوس کی اور کہا کہ مخلوقات کی قسموں کے بعد ذات حق کی قسم آ جانا نسق اور ترتیب سے بعید معلوم ہوتا ہے (معارف القرآن: مفتی شفیع) لیکن انہوں نے یہ نہ سوچا، اگلی آیات میں "ونفس وما سوٰھا" کے اندر "ما" کو موصول لئے بغیر چارہ کار ہی نہیں۔ سچ بات یہی ہے کہ عربی زبان میں ذوی العقول کے لئے "ما" کا استعمال عام ہے۔ "فانکحوا ما طاب لکم من النساء" ما سے ذوی العقول ہی کی طرف اشارہ مقصود ہے "ما" کو من کی جگہ لانا ممکن ہے یہ حکمت رکھتا ہو کہ بیان میں پہلے ابہام رکھا جائے تا کہ غور وفکر کی ریاضت مقصد حقیقی تک پہنچا دے اور تربیت فکری ایک نظام کی شکل میں قاری قرآن کی روح اور دل میں اتر جائے۔

وَالۡاَرۡضِ وَمَا طَحٰھَا ۪ۙ

اور قسم ہے زمین کی اور اس کی جس نے اُسے پھیلایا

طحی طحا سے ہے کسی چیز کو پھیلانا اور بچھانا۔ یہ لازم اور متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ طاحیہ بڑے پھیلاؤ والی چیز "القمر الطاحی" بلند چاند جس کی روشنی ہر طرف پھیلی ہوئی ہو (الصحاح: جوہری ایضاً لسان العرب ایضاً تاج العروس ایضاً لغات القرآن)۔ یہاں اس آیت میں زمین کے پھیلانے سے مراد زمین کا مختلف ادوار اور مراحل سے گزر کر رہنے کے قابل ہو جانا مراد ہے۔ پہلی آیت کی طرح یہاں بھی "ما" کو موصولہ اور مصدریہ مراد لیا جا سکتا ہے۔ واللہ اعلم۔

وَنَفۡسٍ وَّمَا سَوّٰىھَا ۪ۙ

اور نفس کی اور اس کی جس نے اسے درست فرمایا

آیت میں انسانی نفس کی قسم کی گئی ہے۔ اس میں کون شک کر سکتا ہے کہ انسان اس جہان رنگ وبو کا خلاصہ ہے۔ صدائے ہستی ہے، رنگ ایجاد ہے، حکمت ملکوت ہے، وجہ تخلیق ہے، فلسفہ آفرینش ہے، مرکز ابتلا ہے، اساس محبت ہے، حریف شیطنت ہے، حلیف انسیت ہے۔

س کے بخت کی بلندیاں دیکھئے جس نے پیدا کیا وہی اس کے عجائبات کی قسم کھا رہا ہے اور غور و فکر کی دعوت دے رہا ہے کہ نفس اگر روح ہے تو دیکھا اسے استعدادوں سے کس نے نوازا ہے؟ ادراک کی نعمت اس میں کس نے رکھی ہے؟ ابتکار و عشق کے جلوے اس کی وسعتوں میں کس نے جمع کیے ہیں؟ اس میں تناسب اور تراحب کی بہاریں کس نے نچوڑیں ہیں۔ ارادہ و تقیم کے تعمقات اس کی تاریخ میں کس نے مرتسم کیے ہیں پھر نفس اگر بدن اور روح کی تقلیب اور ترتیب کا نام ہے تو تنظیم اور تعدیل کی رنگ آفرینی کا کیسا حسین جلوہ ہے۔ اس کی آنکھوں کی مقناطیسیت کیا کسی اور مخلوق میں ہے؟ اس کے چہرے کی کتابیت کیا کسی اور تخلیق سے تلاش کی جا سکتی ہے؟ اس کے لبوں سے ٹپکنے والے موتیوں کے مفہومات سمجھانے کے لئے کسی اور کا اسوۂ پیش کیا جا سکتا ہے؟ بلاشبہ اس کی چوڑی اور حسین جبین کا بانکپن لا نظیر لہ ہے کہ نفس کے خالق کی معرفت بانٹنے لگ جاتا ہے۔ رب رحیم و کریم نے نفس اور اس کے تسویہ کی قسم کر کے انسان کو لائق مطالعہ نصاب بنا دیا ہے۔ نفس نسان جمیل رب کی کتنی حسین دلیل ہے۔ اس کے اندر کتنے حیرت انگیز نظام کارفرما ہیں۔ آیت درس دیتی ہے کہ انسان خود ہی کو سمجھ لے تو بھی س کے لئے خدا تک پہنچنا دشوار نہ رہے۔

مفہوم کی بوقلمونی دیکھئے کہ نفس کو نکرہ استعمال کیا گیا ہے تاکہ پتہ چلے کہ تنوین تفخیم کی ہے، مفہوم انسانی عظمت کا جلوہ گر کیا گیا ہے، تاکہ نسان کہیں خود کو نہ سمجھتے ہوئے ذلیل نہ کر بیٹھے جو چیز حسین ہے اسے حسین ہی رکھنا چاہیے۔

فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا ﴿٨﴾

پھر اس میں اس کا بگڑنا اور سنورنا الہام فرمایا

اسے فجور اور تقوی کا الہام کیا۔ پہلے ہم دیکھتے ہیں کہ الہام کیا چیز ہے؟

ائمہ لغت نے اس لفظ کا مادہ لام ، ھا اور میم نقل کیا ہے۔ اس کا معنی یکبارگی نگل جانا ہوتا ہے۔ لہیم بہت کھانے والے آدمی کو کہتے ہیں۔ اصطلاحی اعتبار سے الہام کا معنی "القاء الخیر فی قلب المومن" بھی کیا گیا ہے، یعنی مومن کے دل میں خیر یا ارادہ خیر ڈال دینا۔ جہاں تک اس آیت میں الہام کا تعلق ہے تو وہ لغوی اطلاقات کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔ فجور کا معنی ہے وہ برے اعمال جو شخصیت کو پارہ پارہ و ریزہ ریزہ کر دیتے ہیں اور تقوی سے مراد یہاں وہ نفسی اور روحی ذرائع اور قوتیں ہیں جن سے انسان انتشار سے بچ جاتا ہے۔ آیت کریمہ میں نفس کی دو کیفیتیں اور حالتیں بیان ہوئی ہیں۔ تخریب کے نفسانی ذرائع فجور ہیں اور تعمیر کے روحانی اسباب تقوی ہیں۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ یہ دونوں ممکنات انسان کے نفس میں الہام کر دیے گئے ہیں، گویا انسان نے فجور اور تقوی دونوں کا گھونٹ بھر لیا ہے، دونوں کو گویا نگل گیا ہے۔

اس سے اشارہ فجور اور تقوی دونوں کے مظاہر اور عوامل کو اچھی طرح واضح کر دینا ہے، تاکہ کسی بھی قسم کا ابہام نہ رہے۔ یہاں بعض لہیم قسم کے لوگوں نے الہام کی نفی کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ نبوت ختم ہو چکی ہے، اب عقل کے سوا رہنمائی کا کوئی روحانی طریقہ نہیں بچا ہے (مطالب الفرقان: غلام احمد پرویز)۔ ان کے نزدیک عقل سب کچھ ہے۔ مظلوم بے چارے اتنا بھی نہ سوچ سکے کہ عقل مجرد بھی کوئی شئی نہیں۔ متقی شخص کی عقل اور فاسق اور فاجر کی عقل دونوں میں کیا اثر و نفوذ اور تفکر و اجتہاد میں فرق نہ ہوگا۔ بزرگوں کا الہام وحی نہیں ہوتی، عقل کی اسی رہنمائی کا نام ہے جو تقوی سے نکھر کر نصاب وحی قرآن سے مترشح ہوتی ہے، یہی تو القائے خیر ہے، اللہ تعالی سمجھ عطا فرمائے۔

قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهَا ﴿٩﴾

بے شک کامیاب وہ ہوا جس نے نفس کو صاف ستھرا کیا

مسلسل اور پے در پے قسموں کے بعد نتیجہ کلام قاری قرآن کے سامنے لایا گیا کہ کامیاب وہ ہوا جس نے اس نفس کا تزکیہ کیا۔ تزکیہ کا مطلب نشو و نما، صاف ستھرا کرنا اور رشد و اصلاح ہے۔ تزکیہ نفس کی اصل اتباع اور پیروی ہے۔ حضور ﷺ کا وسیلہ اور آپ کی سنت کی پیروی تہذیب نفس کے اعظم ذرائع ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

میں نے خود اس آیت کی تشریح میں حضور ﷺ کو فرماتے سنا کہ کامیاب وہ نفس ہوا جس کو اللہ تعالی نے پاک فرما دیا۔ (تفسیر طبری: ابن جریر)

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تشریح فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے تھے:

جس شخص نے اپنے نفس کو صالح بنا لیا، اسے پاک کیا اور اللہ کی اطاعت پر آمادہ کر لیا اس نے کامیابی حاصل کر لی۔

(مواہب الرحمن: سید امیر ایضاً تفسیر مظہری ایضاً ابن کثیر)

حضرت زید ابن ارقم ﷛ نے روایت کیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

اے اللہ!

میں تیری پناہ چاہتا ہوں۔۔۔

بزدلی سے۔۔۔

بڑھاپے سے۔۔۔

اور عذاب قبر سے

اے میرے اللہ!

میرے نفس کو تقویٰ اور طہارت عطا فرما

تو ہی نفس کو سب سے بڑھ کر صاف فرمانے والا ہے

تو ہی۔۔۔

نفس کا کارساز ہے

اور اس کا مولیٰ ہے

اے میرے اللہ!

میں تیری پناہ چاہتا ہوں

اس علم سے، جس میں نفع نہ ہو

اس دل سے، جس میں خشوع نہ ہو

اس نفس سے، جس میں سیر نہ ہو

اور

اس دعا سے جو قبول نہ ہو۔

(جامع ترمذی: ابوعیسیٰ ترمذی ایضاً مسلم، ایضاً نسائی)

حضرت سہل بن عبداللہ ﷛ فرماتے ہیں:

نفس اور اس کی خواہشات کی مخالفت سے بڑھ کر کسی اور چیز سے اللہ کی عبادت ممکن نہیں۔ (رسالہ قشیریہ: امام قشیری)

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

دین میں غور و فکر عبادت کی چابی ہے۔ صحیح راہ پر آنے کی علامت یہ ہے کہ انسان نفس کی مخالفت کرے اور خواہشات نفس کو مٹا دے۔

(جامع العلوم: حضرت مخدوم جہانیاں)

حضرت ابوبکر طمستانی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے تھے:

نفس کی احتیاج سے نکل جانا عظیم نعمت ہے، اس لئے کہ یہ نفس اگر پاک نہ ہو تو اللہ اور تمہارے درمیان پردہ ہوتا ہے۔

(رسالہ قشیریہ: امام قشیری)

وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ﴿١٠﴾

اور بے شک وہ نامراد ہوا جس نے نفس کو معصیت میں روند ڈالا

نفس کے بارے میں دو حقیقتوں کا اظہار کیا گیا۔ مفہوم کی وضاحت کے لئے ضروری ہے کہ ان دونوں لفظوں کے معانی اور مطالب چھی طرح سمجھ لئے جائیں۔ ایک خیبہ اور دوسرا دسیسہ۔ الخیاب اس چقماق کو کہتے ہیں جس سے آگ نہ نکلے۔ (تاج العروس: زبیدی حنفی یضاً لسان العرب، ایضاً لغات القرآن)۔ اس سے قرآن حکیم نے نامراد واپس ہو جانے کے معنوں میں یہ لفظ استعمال کیا ہے۔ خیبہ کا مادہ محروم رہ جانے، توقعات کے منقطع ہو جانے، مطلوب تک رسائی نہ پانے اور محتاج اور مفلس ہو جانے کے معنوں میں استعمال ہوتا رہتا ہے۔ سی طرح دسیسہ کا معنی کسی ایک چیز کو دوسری چیز کے نیچے دبا دینا ہوتا ہے۔ (الصحاح: جوہری ایضاً جمہرۃ اللغۃ ایضاً قاموس) راغب نے دسیسہ کا معنی مجبور کرنا بھی لکھا ہے (المفردات: راغب)۔ تاج وغیرہ نے لکھا کہ ایک چیز کو زبردستی دوسری چیز میں داخل کر دینا "دس" ہوتا

ہے۔قرآن مجید نے یہی لفظ زندہ درگور ہونے کے معنوں میں استعمال کیا ہے۔
تفسیری انطباق یہ ہوگا کہ وہ لوگ جنہوں نے اپنے نفس کو گناہوں اور فسق وفجور سے آلودہ کر لیا وہ حوصلہ اور ہمت نہیں رکھتے کہ معاشرہ میں اجاگر زندگی بسر کریں۔ اپنی عیب آلودگی اور ندامت کی وجہ سے خود کو چھپاتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا کہ فاسق لوگ خود کو نیک لوگوں میں پنہاں کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ آیت کا مفہوم تفسیری یہ ہوگا جس نے نفس کو دبا دیا، اس سے فیض لینے کی صلاحیت سلب کر دی، اس کی کشت حیات ویران ہوگئی اور اس کا شعلہ زندگی افسردہ ہوگیا۔ انسانی کامیابی اسی میں ہے کہ وہ نفس کے لئے تربیت اور تزکیہ کے مواقع تلاش کرے اور ان منفی داعیات اور رکاوٹوں سے بچے جو انسانی ذات کو تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔ (تفسیر کبیر: رازی ایضاً ابن عاشور ایضاً اسیر التفاسیر)

☆☆☆

امت مسلمہ ہمیشہ دین پر قائم رہے گی

حدثنا سعید بن عفیر قال حدثنا ابن وهب عن یونس عن ابن شهاب قال قال حمید بن عبد الرحمٰن سمعت معاویة رضی الله عنه خطیبا یقول سمعت النبی ﷺ یقول من یرد الله به خیرًا یفقهه فی الدین و انما انا قاسم والله یعطی و لن تزال هذه الامة قائمة علی امر الله لا یضرهم من خالفهم حتٰی یاتی امر الله

(صحیح بخاری باب ۱۳، من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین حدیث ۷۱)

حضرت امام بخاری (محمد بن اسماعیل) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہم سے حضرت سعید بن عفیر نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں ہم سے ابن وہب نے بیان کیا وہ حضرت یونس سے اور وہ ابن شہاب سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں حضرت حمید بن عبدالرحمٰن نے فرمایا کہ میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرما رہے تھے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے اور میں (رسول اللہ ﷺ) صرف تقسیم کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے اور یہ امت ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے دین پر قائم رہے گی، ان کی مخالفت کرنے والا ان کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ آجائے۔

مفتی محمد صدیق ہزاروی

یہ حدیث مبارک بنیادی طور پر چار مضامین پر مشتمل ہے۔

(۱) دین کی سمجھ (فقہ) ان لوگوں کے حصہ میں آتی ہے جن کو اللہ تعالیٰ خیر یعنی بھلائی کے لئے منتخب فرماتا ہے۔

(۲) رسول اکرم ﷺ انعامات وعطیات الٰہی کے قاسم ہیں۔

(۳) امت مسلمہ ہمیشہ دین پر قائم رہے گی۔

(۴) ملت اسلامیہ کے مخالفین دینی اعتبار سے اس ملت کو نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ان میں سے پہلی بات علم کے ابواب میں ذکر کے لائق ہے۔ (اس لئے حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ نے اس حدیث کو کتاب العلم میں ذکر کیا) دوسری بات تقسیم صدقات سے متعلق ہے اس لئے حضرت امام مسلم علیہ الرحمہ نے اسے زکوٰۃ کے باب میں ذکر کیا اور تیسری (اور چوتھی) بات قیامت کی علامات سے متعلق ہے۔ (فتح الباری ج ا/۲۱۸)

"یفقه في الدین" فقہ سے مراد فہم ہے۔ یعنی دین کی سمجھ۔ "خیرا" نکرہ لاکر اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہ تنوین تعظیم کے لئے ہے اور اللہ تعالیٰ اس شخص کو جسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے عظیم اور کثیر خیر عطا فرماتا ہے لہٰذا اس میں قلیل وکثیر دونوں قسم کی بھلائی شامل ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"و مفهوم الحدیث ان من لم یتفقه في الدین ای (لم یتعلم قواعد الاسلام و ما یتصل بها من الفروع فقد حرم الخیر" (ایضاً ص ۳۱۸)

حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص دین کی سمجھ حاصل نہیں کرتا یعنی اسلام کے بنیادی اصول اور ان سے متصل فروع (مسائل) کا علم حاصل نہیں کرتا وہ خیر (بھلائی) سے محروم رہتا ہے۔

وہ مزید فرماتے ہیں:

حضرت ابویعلیٰ نے حضرت معاویہ ﷺ کی اس حدیث کو ایک اور ضعیف سند کے ساتھ ذکر کیا اور اس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں۔

"و من لم یتفقه في الدین لم یبال الله به"

اور جو شخص دین کی سمجھ حاصل نہیں کرتا اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں۔

آپ فرماتے ہیں (اگرچہ یہ حدیث سند کے اعتبار سے ضعیف ہے لیکن) اس کا مفہوم صحیح ہے، کیونکہ جو شخص اپنے دینی معاملات کی معرفت نہیں رکھتا نہ وہ فقیہ ہے اور نہ طالب فقہ، لہٰذا اس کے بارے میں یہ کہنا درست ہے کہ اس کے لئے خیر کا ارادہ نہیں کیا گیا۔

آپ مزید فرماتے ہیں:

اس حدیث میں اس بات کا واضح بیان ہے کہ

(ا) علماء کو دوسرے لوگوں پر فضیلت حاصل ہے

(ب) تفقه في الدین (یعنی علم فقہ) کو باقی تمام علوم پر فضیلت حاصل ہے۔ (ایضاً ص ۲۱۸)

ہماری بدقسمتی کہ دینی مدارس میں فقہ اسلامی بالخصوص حنفی فقہ کو وہ مقام نہ دیا گیا جس کا یہ علم متقاضی تھا حالانکہ اب تو جدید فقہی مسائل کی تدریس وتعلیم کی بھی اشد ضرورت ہے لیکن مدارس کے بزرجمہر پرانی لکیر پیٹنے پر مصر ہیں۔ منطق وفلسفہ کو جو مقام ومرتبہ دیا جاتا ہے فقہ اور اصول فقہ اس سے محروم ہے، حالانکہ فقہ اور اصول فقہ علوم دینیہ سے ہیں جب کہ منطق وفلسفہ محض فنون ہیں اور ضرورت کے حوالے سے ان کی وہ حیثیت بھی نہیں جو صرف، نحو اور بلاغت کی ہے۔ تنظیم المدارس کی نصابی کمیٹی خواب غفلت کے مزے لے رہی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کے نزدیک اجلاس کی حیثیت صرف "نشستند وگفتند وبرخاستند" سے زیادہ نہیں۔

زندہ قومیں اپنے نصاب کا وقتاً فوقتاً جائزہ لیتی رہتی ہیں اور عصری تقاضوں سے کبھی بھی صرف نظر نہیں کرتیں۔

اسلام اعتدال پر مبنی دین ہے اس لئے وہ افراط وتفریط سے پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ اور انبیاء کرام (علیہم السلام) کے حوالے سے اسلام کا عقائدی نظام اعتدال پر مبنی ہیں، اس میں نہ تو مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے برابر ٹھہرایا جاتا ہے اور نہ ہی برگزیدہ شخصیات کی عظمت سے انکار کیا جاتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے اسی بات کو واضح فرمایا کہ نعمتوں کی عطا کا اختیار اللہ تعالیٰ کے پاس ہے کیونکہ وہی حقیقی مالک ہے لیکن جس کو جو نعمت ملتی ہے وہ میری تقسیم سے حاصل ہوتی ہے۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ جن کی ذات ستودہ صفات پر اعتقادی حوالے سے طرح طرح

کے الزامات لگا کر تعصب کے شکار لوگ اپنے خبث باطنی کا اظہار کرتے رہتے ہیں لیکن تعصب کی پٹی آنکھوں پر نہ ہو تو ان کے صاف ستھرے عقیدہ کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

رب ہے معطی یہ ہیں قاسم
دیتا وہ ہے دلاتے یہ ہیں

یعنی عطاء من جانب اللہ ہوتی ہے لیکن اس میں واسطہ رسول ﷺ کی ذات کا ہے، ہمارے مقررین حضرات کو اپنا عقیدہ بیان کرتے ہوئے لوگوں کے نعروں کا خیال رکھنے کی بجائے علم واحتیاط کا دامن تھامنا چاہئے۔

تیسری اور چوتھی بات یہ ہے کہ پہلی قیامت تک ایک جماعت دین پر قائم رہے گی۔ حدیث شریف میں فرمایا "حتى ياتى امر الله" تو یہاں "امر اللہ" سے مراد وہ ہوا ہے جو ہر اس شخص کی روح کو قبض کرلے گی جس کے دل میں کچھ بھی ایمان ہے۔ اس وقت برے لوگ باقی رہ جائیں گے اور ان پر قیامت قائم ہوگی۔

حضرت امام نووی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اس بات کا احتمال ہے کہ یہ فرقہ مومنین کی مختلف انواع واقسام سے ہو۔ آپ فرماتے ہیں:

يحتمل ان يكون هذه الطائفة فرقة من انواع المومنين ممن يقيم امر الله تعالىٰ من مجاهد و فقيه و محدث و زاهد و امر بالمعروف و غير ذالك من انواع الخير و لا يلزم اجتماعهم فى مكان واحد بل يجوز ان يكونوا متفرقين. (فتح الباری جلد اول ص ۲۱۸)

اس بات کا احتمال ہے کہ یہ گروہ مومنین کے مختلف اقسام کے لوگوں پر مشتمل ہو، جو اللہ تعالیٰ کے دین کو قائم رکھے ہوتے ہیں، وہ مجاہد بھی ہیں، فقیہ بھی اور محدث بھی، زاہد بھی ہیں اور نیکی کا حکم دینے والے بھی اور اس کے علاوہ دیگر انواع خیر سے متعلق لوگ بھی اور ضروری نہیں کہ وہ ایک جگہ جمع ہوں بلکہ جائز ہے کہ وہ متفرق ہوں۔

رسول اکرم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی آپ کے ان معجزات میں سے ہے جو غیب کی خبر سے متعلق ہیں۔

آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ دشمنان اسلام، دین اسلام کو (بزعم خویش) مٹانے کے در پے ہیں لیکن الحمدللہ مدارس، مساجد، فقیہ، محدث، مجاہد، زاہد، متقی ہر قسم کے لوگ موجود ہیں اور انشاء اللہ تا قیام قیامت باقی رہیں گے دشمنان اسلام نہ تو خود اس دین کو مٹا سکے اور نہ اپنے زر خرید ایجنٹوں کے ذریعے اس ناپاک منصوبے کو پایہ تکمیل تک پہنچا سکے۔ انشاء اللہ اسلام زندہ رہے گا اور دشمن خائب وخاسر ہوگا۔

☆☆☆

فلسفہ معراج

مفکر اسلام پیر سید عبدالقادر جیلانی

سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصٰی الذی بٰرکنا حولہ لنریہ من آیتنا انہ ھو السمیع البصیر. (الاسریٰ:۱)

''پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصٰی تک، جس کے گردا گرد ہم نے برکت رکھی کہ ہم اسے عظیم نشانیاں دکھائیں، بے شک وہ سنتا دیکھتا ہے''۔

فلسفہ ایک compound (مرکب) لفظ ہے۔ عربی ادب کے اعتبار سے ''فل'' الگ لفظ ہے ''سفہ'' الگ لفظ ہے۔ اگر یونانی زبان کا لفظ تسلیم کیا جائے تو اہل علم نے اس کا معنی ''حکمت'' کیا ہے۔ اہل علم نے حکمت کی دو قسمیں تسلیم کی ہیں:

(۱) حکمت عملی

(۲) حکمت نظری

حکمت عملی اور حکمت نظری میں کیا فرق ہے؟

طاقت بشری کے آخری نقطے تک کوئی عمل درآمد کر سکنا، اس کا نام حکمت عملی ہے۔

اور کل حقائق کائنات کو کماحقہ الحقیقت جاننے کا نام حکمت نظری ہے۔

حقیقت ترتیب اجزا کا نام ہے:

مثلاً مسجد کا منبر اس کی لکڑی، اس کی میخیں، یہ اس کی علت مادی ہے۔

اور جس شکل میں یہ ہے اس کا نام علت صوری ہے۔

اس منبر کا بنانے والا (کاریگر) علت فاعلی ہے۔

جس مقصد کے لئے بنایا گیا (علماء کے بیٹھنے کے لئے) یہ اس کی علت غائی ہے۔

یہ چار مشہور علتیں ہیں، جن کو انگریزی میں Four Aristotle Causes (ارسطو کی چار مشہور علتیں) کہا جاتا ہے۔

ان علتوں میں جو ترتیب پائی جاتی ہے کہ اس کے اجزائے ترکیبی یعنی منبر آپس میں اس طرح جڑے تو منبر کہلائے اور اگر اس کی ترکیب اکھڑ جائے تو صرف لکڑی کہلائے، منبر نہ کہلائے۔ ترتیب اجزا کا نام حقیقت ہے، تو جس چیز کی حقیقت پہچانی جاسکے اس کی مماثلت ممکن ہوتی ہے، لیکن جس کی حقیقت ہی پہچانی نہ جاسکے۔ اس کی مماثلت کے کیا معنی ہیں؟

اب اس بنیاد پر معراج کے اجزائے ترکیبی جن کے جڑنے سے معراج، معراج بن جائے اور ادھڑنے سے معراج، معراج نہ کہلائے، وہ اس کا فلسفہ کہلائے گا۔ اس کے جاننے کا نام فلسفہ ہے۔

اگر عربی میں اس کا آسان ترجمہ کریں تو ''فل'' کا معنی ''بھاگا''، ''سفہ'' کا معنی ''بیوقوفی'' (بیوقوفی بھاگ گئی)۔ اس کے Compound (مرکب) Word (لفظ) ہونے سے اس کے معنی یہ ہوگئے کہ ایسی دانش کا آجانا کہ جہالت کا کوئی پہلو باقی نہ رہے۔ یہ ''فلسفہ'' ہے۔

معراج کے جو عناصر ترکیبی ہیں ان میں ایک بات نبی کریم ﷺ کی یکتائی و بے ہمتائی کا اعلان ہے۔ سرکار ﷺ کی یکتائی و بے ہمتائی matchless (بے مثال) Incomparability (بے ہمسری) یعنی ''سرکار ﷺ کی مثل نہ ہونا'' معراج کے اجزائے ترکیبی کا ایک حصہ ہے، جس کا یہ عقیدہ سلامت رہے تو اس نے معراج مانی ہے۔ جس نے یہ سمجھ لیا کہ مثل مصطفٰی ﷺ کوئی نہیں تو اس نے معراج کو تسلیم کیا ہے۔

جب یہ بات سمجھ میں آگئی کہ فلسفہ معراج میں اس کا جزو ترکیبی نبی پاک ﷺ کی عدم نظیر ہے۔ امتناع نظیر محال بالذات ہونا، بغیر کسی اور عارضے کے سرکار ﷺ کی مثل ممکن ہی نہیں ہے۔

اگر بحث ہوتی کہ اس وجہ سے ممکن نہیں ہے، اس وجہ سے ممکن نہیں ہے وہ محال بالغیر ہوتی کسی اور وجہ سے نہیں سرکار ﷺ کی ذات، ذات ہونے کی وجہ سے ایسی ہے جس کی نظیر ممکن نہیں۔

اگر کہتے کہ مکہ شریف کے رہنے والے ہیں اس لئے نظیر ممکن نہیں تو یہ محال بالغیر ہوتا۔ مدینہ شریف کے رہنے والے ہیں اس لئے نظیر ممکن نہیں یہ محال بالغیر ہوتا۔ اگر یہ کہیں نبی پاک ﷺ کے پاس جبرائیل آتے تھے اس لئے ان کی نظیر محال ہے تو یہ محال بالغیر ہوتا۔ اگر ان میں کوئی چیز بھی نہ ہوتی پھر بھی نظیر مصطفٰی ﷺ نہ ہوتی۔

نظیر مصطفٰی ﷺ کا محال بالذات ہونا، کے معنی نے سب عوارضات اڑا دیے، صرف ذات محمد مصطفٰی ﷺ کو رکھا گیا۔ ذات محمد مصطفٰی ﷺ کی

نظیر ممکن نہیں ہے۔ لہذا مثال ممکن نہیں ہے۔

کس دلیل سے؟

اس وجہ سے ان کی مثل کوئی نہیں کہ وہ رسول ہیں تو یہ محال بالغیر ہوتا، محال بالذات نہ ہوتا، اس وجہ سے نظیر نہیں ہے کہ سرکار ﷺ نبی ہیں یہ ہوتا تو محال بالغیر ہوتا۔ محال بالذات نہ ہوتا۔

محال بالذات کا مطلب ہے کہ ذات محمد مصطفیٰ ﷺ فی حد ذاتہٖ (اصل حقیقت کے اعتبار سے) لا مثال ہے۔

اس پر علامہ بیضاوی علیہ الرحمہ کے حوالے سے دلیل پیش کرتا ہوں:

قرآن مجید کا فرمان ہے:

اللہ نور السمٰوٰت والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ فیھا مصباح ۔ المصباح فی زجاجۃ کانھا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبٰرکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ یکاد زیتھا یضیٓئ و لو لم تمسسہ نار (النور:۳۵)

''اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا، اس کے نور کی مثال ایسی جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ، وہ چراغ ایک فانوس میں ہے، وہ فانوس گویا ایک ستارہ ہے۔ موتی سا چمکتا روشن ہوتا ہے برکت والے پیڑ زیتون سے جو نہ پورب کا نہ پچھم کا قریب ہے کہ اس کا تیل بھڑک اٹھے اگر چہ اسے آگ نہ چھوئے''۔

اللہ نور السمٰوٰت والارض: اللہ زمینوں اور آسمانوں کا نور ہے۔

مثل نورہ کمشکوٰۃ: اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک قندیل ہو۔

فیھا مصباح: جس میں چراغ

المصباح فی زجاجۃ: وہ چراغ ایک فانوس میں ہے

اس کے شروع میں الف لام آیا ہے دیکھنا ہوگا کیا معنی رکھتا ہے۔

"الف لام" ال عہد کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔

(۱) ال۔عہد ذہنی۔ (۲) ال۔عہد خارجی۔

یہ "ال" عہد خارجی کی مثال ہے۔ پہلے مصباح ذکر ہو چکا ہے۔ اب اس مصباح سے وہی مراد ہے، یعنی گذشتہ جس چراغ کا ذکر آیا ہے وہ چراغ۔

آگے قرآن فرماتا ہے:

یکاد زیتھا یضیٓئ و لو لم تمسسہ نار

عنقریب اس کا تیل روشنی دے

لو لم تمسسہ نار: اگر چہ اسے آگ نہ بھی چھوئے تو بھی قریب ہے کہ اس کا تیل روشنی دے

علامہ بیضاوی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ تیل سے مراد "حقیقت محمدیہ" ہے۔

"اگر اسے آگ نہ بھی چھوئے"

آگ استعارے کی زبان میں نبوت و رسالت کو refer (اشارہ) کرتی ہے۔ یعنی آگ اسے نہ بھی چھوئے کہ نبوت و رسالت اگر تاجدار مدینہ نبی کریم ﷺ کو نہ بھی ملتی تو پھر بھی پوری کائنات کی سروری کا تاج سرکار ﷺ کے سر پر ہوتا۔

جس کا حاصل معنی یہ ہے کہ جس نبی ﷺ کو نبوت ملی، جس رسول ﷺ کو رسالت ملی، اس نبی اور رسول کا مقام نبوت و رسالت ملنے والی تاریخ کے بعد پہلے سے بلند ہو گیا، مگر سرکار تاجدار مدینہ ﷺ کی ذات بابرکات اپنے مرتبے کے اعتبار سے اتنی بلند و بالا ہے کہ جس تاریخ کو نبوت و رسالت سرکار کو ملی، اس تاریخ نبوت و رسالت کو وہ مقام مل گیا جو پہلے نہ ملا تھا، یعنی نبوت کا درجہ بلند ہوا۔

اس کا معنی ہے۔ "نظیر محال بالذات" یعنی کوئی Quality (صفت) اور نہ بھی پائی جاتی پھر بھی مثل مصطفیٰ ﷺ کوئی نہ ہوتا اور مثل مصطفیٰ ﷺ انبیاء علیہم السلام کی صفوں میں تو ثابت کرو؟ جس کی مثل انبیاء علیہم السلام کی صفوں میں نہ ہو اس کی مثل مولویوں کی صفوں میں ہوتی ہے؟

فلسفہ معراج میں ایک پہلو "حقیقت محمدیہ" کا یکتا و بے ہمتا ہونا ہے۔

کس سے ثابت ہے؟

کہ اگر نبوت کی وجہ سے کوئی مثل مصطفےٰ ﷺ ہوتا تو معراج کی رات سرکار ﷺ آگے پرواز کرنے لگے تھے تو نبی اور رسول سرکار ﷺ کے برابر کی پرواز کر سکتے۔

کوئی برابر کی پرواز نہ کر سکا۔ بشر و بشریت یہیں پابند ارضی ہو کر رہ گئی تو معلوم ہوا زمین پر رہنے والوں میں مثل مصطفےٰ ﷺ کوئی نہیں ہے۔

کہا جا سکتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام آگے انتظار کر رہے تھے، سرکار ﷺ سے آگے گئے۔

بتاؤ استقبال کے لئے کون کھڑا ہوتا ہے؟

Pioneer (سفر کا سپاہی) کی عادت ہے کہ آگے جا کے راستہ ہموار کرتا ہے کہ کوئی آنے والا آ رہا ہے۔

وہ کیا سماں ہوگا!

خدا ہی دے صبر جان پُر غم
دکھاؤں کیوں کر تجھے وہ عالم
جب ان کو جھرمٹ میں لے کے قدسی
جناں کا دولہا بنا رہے تھے

اس وقت قیمت پڑی ہوگی، اس وقت زلف واللیل کے پیچ کھولے گئے ہوں گے:

زلف واللیل دے پیچ ویکھو
کنگھی والضحیٰ آ کے سنوار دی اے
کالی زلف محبوب دی کی دساں کی
حقیقت اتھے شب تار دی اے
لکھاں آن یوسف جان ویچنے لئی
چھڈو گل کی مصر بازار دی اے
سید سوہنیاں سارا جہان سوہناں
پر نسبت ویکھی میں گل تے خار دی اے

پوری انسانیت اگر پابند زمین ہو کر رہ گئی سرکار ﷺ پرواز کر رہے ہیں تو معراج کی حقیقتوں میں یہ بات تو کھل گئی کہ سفر بشریت میں مثل مصطفےٰ ﷺ کوئی نہیں اور قدسی ساتھ جا رہے ہیں، آسمانوں کی دنیا سے گزر ہو رہا ہے، پر پرواز کھلے ہوئے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام نے جو آگے انتظار کیا اس سے ایک اور حقیقت پر روشنی پڑتی ہے۔ تم سمجھے ہو کہ براق برق رفتار یقیناً نور ہے، نوری مخلوق ہے جب انبیاء علیہم السلام براق کے جانے سے پہلے کھڑے تھے تو مانو کہ براق کی رفتار کم ہے نبوت کی رفتار زیادہ ہے۔

جب سدرۃ المنتہیٰ سے آگے پرواز کرنے لگے سرکار ﷺ کا چہرہ والضحیٰ جگمگا رہا ہے۔

تیرے جمال کی قسم رقص کرے گا حشر تک
تیرے نوائے ذوق کی دھن پر ضمیر کائنات
تیری نوائے شوق سے وجد میں ہے حریم ذات
تیری نوائے شوق سے مست ہے محفل حیات

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ اس مقام پر فرماتے ہیں:

پیش نظر یہ نو بہار سجدے کو دل ہے بے قرار
پر روکیئے سر کو روکیئے ہاں یہی امتحان ہے

لفظ 'سجدہ' کا کتنا حسین استعمال کیا ہے۔ ایسے Critical Time (نازک موقع) پہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے سجدے کا نام لیا ہے۔ آدمی کا سینہ دھکڑ دھکڑ کرنے لگا ہے کہ کیا ہونے لگا ہے؟ سرکار ﷺ کی ذات ہو۔ اور کہنے والا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ہو۔

سجدے کو دل بے قرار ہونے کی وجہ کیا ہے؟

جس تاریخ نمرود مردود کے ساتھ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا مناظرہ قرآن مجید نے ریکارڈ کیا ہے، اس میں یہ بات موجود ہے۔ آخری بات جو Decisive Point (فیصلہ کن نقطہ) تھا، وہ یہ تھا:

فان الله یا تی بالشمس من المشرق فات بها من المغرب (البقرہ:۲۵۸)

تو اللہ سورج کو لاتا ہے پورب (مشرق) سے تو اُس کو پچھم (مغرب) سے لے آ۔

فعل لازم کو متعدی کرنے کے لئے بانے تعدیت لگتی ہے۔"یاتی" کے معنی آنے کے ہیں، لانے کے معنی اس "ب" کی وجہ سے ہوئے ہیں۔

میرا پروردگار تو سورج کو مشرق سے طلوع کرتا ہے، خدا کہلانا چاہتا ہے تو، تُو مغرب سے طلوع کر کے دکھا۔

کیونکہ Property (خاصہ) کی تعریف یہ ہے:

خاصہ شئی ما یوجد فیه ولا یوجد فی غیرہ

خاصہ اس چیز کا نام ہے جو شے میں پایا جائے اور غیر شے میں نہ پایا جائے

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ استدلال اس لئے کیا کہ وہ بتانا چاہتے تھے کہ یہ "خاصہ خداوندی" ہے سورج کو مغرب سے طلوع کر کے دکھلانا۔ یہ مخلوق میں سے کسی کا حصہ نہیں۔ یہ پروردگار کا Exclusive Right (بلا شرکت غیرے حق) ہے اور کوئی نہیں۔

لیکن جب حضرت حیدر کرار علی المرتضیٰ ﷛ کی عصر کی نماز قضاء ہوئی تھی۔ حضرت علی ﷛ جیسا فقیہ ہو۔ (بخاری جلد دوئم ص: ۴۸۷ پر حضرت عمر فاروق ﷛ کا quotation (بیان) موجود ہے۔ اقضــانـا عـلـی (ہم میں چوٹی کا قانون دان حضرت علی علیہ السلام ہے)۔ قانون دان اس دور میں آپ صرف وُکلاء کو سمجھتے ہیں اس لئے قانون دان کا لفظ اتنا وزنی نہیں بنتا۔ آج امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا مقلد کوئی نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ ﷛ کے مقلد ہیں، امام شافعی ﷛ کے مقلد ہیں، امام مالک ﷛، امام احمد بن حنبل ﷛ کے مقلد ہیں۔

کیونکہ قانون دان کے بارے میں یہ رائے ہے کہ دین کی روح اس نے سمجھی ہے۔ محدث کے بارے میں یہ رائے ہے کہ یہ صوفی اللہ کا نیک بندہ ہے اس نے محنت کی ہے لیکن جو اس حدیث میں لکھا ہے، جس طرح حافظ قرآن کو معلوم نہیں ہوتا کہ قرآن مجید میں کیا لکھا ہے اسی طرح محدث کو اتنا پتا نہیں ہوتا جتنا فقیہ کو پتا ہوتا ہے۔ اسی لئے صحابہ کرام ﷛ میں سے ایک فقیہ صحابی ﷛ روایت کرتا ہے اور ایک غیر فقیہ صحابی رضی اللہ عنہ، روایت کرتا ہے۔ اگرچہ اس کو لاکھوں احادیث یاد ہیں لیکن فقیہ صحابی کے مقابلے میں غیر فقیہ صحابی کی حدیث نہیں لی جاتی۔ اصول فقہ میں یہ مسئلہ موجود ہے۔ قانون دان کا درجہ بڑا ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ ﷛ جیسا فقیہ ہے، نماز عصر جا رہی ہے، لیکن سرکار دو عالم ﷺ کی نیند کی حفاظت ہو رہی ہے۔

لا تعطیة المخلوق فی معصیة الخالق

اللہ کی نافرمانی ہو تو بندے کی اطاعت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اب علی ﷛ سے پوچھو نماز چھوڑ کے نیند کی رکھوالی کرنا، یہ کس ضابطے کے مطابق آپ نے اصول نکالا ہے؟۔

اس پر عرض کرتا ہوں کہ ڈوبا ہوا سورج جس وقت واپس کیا، اب وہ کبریٰ لائیں کہ ہر وہ شخصیت جو مغرب سے سورج کو طلوع کرے وہ خدا ہوتی ہے۔ اس کی Logical Form (منطقی شکل) یہ بنے گی۔ اگر تو کر کے دکھلائے تو تُو خدا ہے۔ یہ صغریٰ ہے۔

قاعدہ کلیہ وہ ہے جس طرح آپ کہتے ہیں کہ اتنے کو اتنے سے ضرب دیں تو اتنا حاصل ہوتا ہے۔ وہ جو آپ نے قاعدہ بنایا ہے اس کا نام کبریٰ ہے اور آپ نے سنگترے خریدے ہیں یہ صغریٰ ہے۔ اب تھوڑی دیر کے بعد کیلے خریدنے چلے گئے تو وہی کبریٰ اس پر فٹ آئے گا کہ اتنے روپے کا درجن تو اتنے لے کے جانے ہیں۔

جب یہ معلوم ہو گیا کہ سورج کو مغرب سے طلوع کر کے دکھانا یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے، ہر وہ شخصیت جو مغرب سے طلوع کر کے دکھلائے وہ اللہ ہوتا ہے۔ سرکار ﷺ نے مغرب سے سورج کو طلوع کر کے دکھلایا۔ اب اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

پیش نظر یہ نو بہار سجدے کو دل ہے بے قرار

(قل انما انا بشر) یہ کہنے کا اب مطلب سمجھو۔

سرکار ﷺ نے بشریت کا یقین دلانے کے لئے یہ بات نہیں کی۔

مثلاً: ایک بچہ چوری کر رہا ہے تو باپ کہتا ہے کہ میں نابینا ہوں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ اپنی بینائی کا یقین دلانا چاہتا ہے بلکہ اس کا مطلب ہوتا ہے کہ میں ماروں گا۔ لفظی طور پر یہ معنی ہوں گے کہ میں نابینا نہیں ہوں، میں دیکھ رہا ہوں۔ اس کا مطلب یہ کہ دیکھ رہا ہے جب باپ کسی بیٹے سے یہ بات کہے تو بیٹا الرٹ ہو جاتا ہے۔ اس وقت بیٹا یہ نہیں کہتا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ کی آنکھیں ٹھیک کام کرتی ہیں، بھاگنے والا کام کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ کہ اس Context (سیاق وسباق) میں اس کا معنی ہے کہ میں ماروں گا۔

اب یہ سیاق وسباق اس طرح کا ہے کہ تم کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو، مجھے خدا نہ کہنا، میں بندۂ خدا ہوں۔

نبی پاک ﷺ کی سواری جارہی ہے سرکار ﷺ کے گیسو لہرا رہے ہیں۔

علامہ عبدالرسول رحمۃ اللہ علیہ جو علم نحو کے آخری امام ہیں وہ کہتے ہیں۔

شورش عشق ازل ہم زلف محبوبی بدوش

ازل کے زمانوں میں، لامکاں کے جنگلوں میں ایک خوشبو مچی ہوئی ہے۔

لیکن کس چیز کی ہے؟

نبی پاک ﷺ کے گیسوؤں کی

شورش عشق ازل ہم زلف محبوبی بدوش
شد شکن پیرائے او صد شانہ ہم چوں والضحیٰ

اب جب لامکاں کی طرف جانے لگے تو جبرئیل امین اور تمام نوریوں کی دنیا نے اکٹھے ہو کے کہا:

''آج فلسفہ معراج میں Incomparability of Muhammad (Peace be upon him and his family) (سرکار ﷺ کی یکتائی کا دستاویز تیار ہونے لگا ہے)۔ کوئی نبیوں میں اس جیسا نبی ہے تو آگے چلے، کوئی رسولوں میں اس جیسا رسول ہے تو آگے چلے اور اگر کوئی فرشتوں میں اس جیسا فرشتہ ہے تو آگے چلے۔ اب نوری، ناری، خاکی، بادی، ہوائی سب کے سب اس منزل سے پیچھے ہی پیچھے رہ گئے تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ:

پوچھتے کیا ہو عرش پر یوں گئے مصطفیٰ ﷺ کہ یوں

کیف کے پر جہاں جلیں کوئی بتائے کیا کہ یوں

اس مقام پر جبرائیل سے خط کھینچو حضرت صدیق اکبر ﷺ تک لے آؤ، اس پورے خط کو چیک کرنے کے بعد پوچھو اے جبرائیل! ادھر آغاز زندگی میں نقطۂ آغاز صدیق اکبر ﷺ ہیں، ادھر عروج زندگی میں ممکنات کی دنیا میں نقطۂ اختتام تو ہے، تو بتایئے کہ حقیقت مصطفیٰ ﷺ سمجھے ہیں کہ نہیں؟

اے صدیق اکبر ﷺ!

آپ بتایئے کہ کیا آپ حقیقت محمدیہ ﷺ کو سمجھے ہیں؟

اے نبی پاک ﷺ کی امت کے سرتاج جو غار کی تنہائیوں میں محبوب کو دیکھے، اے صدیق اکبر، آپ کی بھی یہ معراج ہے۔

حضور ﷺ کی معراج یہ ہے کہ رب نے ان کو تنہا کر کے دیکھا۔

آپ کتنے خوش نصیب ہیں کہ آپ نے محبوب ﷺ کو تنہا کر کے دیکھا۔

یار یاراں دل جان اکلے ہوراں مول نہ کھڑوے

اے صدیق اکبر ﷺ! آپ کی ساری زندگی کو ایک ترازو پر رکھتا ہوں، وہ غار والا وقت ایک ترازو پر رکھتا ہوں، حضرت صدیق اکبر ﷺ کی ساری نمازیں، سارے روزے، سارے حج، ساری زکوتیں، ساری محنتیں ایک ترازو پر رکھی گئیں لیکن اس ایک غار والی رات کا مقام بڑھ گیا۔

یہ ذوق کی بات ہے ساری زندگی کی عبادت ایک ترازو پر ہو اور نبی پاک ﷺ کے یار غار کی رات ایک طرف ہو۔ اسی کی اپنی ساری زندگی نقطۂ آغاز سے لے کر کے نقطۂ اختتام تک ایک ترازو پر اور وہ غار والی رات ایک ترازو پر۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

یا ابا بکر لم یدر کنی حقیقتاً غیر ربی

میرے پروردگار کے بغیر مجھے پہچان ہی کوئی نہیں سکا

"غیر دبی" کا مطلب کہ ایک اللہ نے پہچانا۔
کیا جبریئل نے پہچانا؟
نہیں، جبریئل کیا پہچانتا؟
وہ تو سدرۃ المنتہیٰ سے آگے ہی نہ گیا، اس کو راستہ ہی معلوم نہ تھا۔
فرمایا: "جہاں کا میں راہی ہوں، وہاں براق کا پر پرواز جلے اور جبریئل امین کا ذوق فطرت چکر میں آ جائے، نہ اسے پتا چلے نہ اسے پتا چلے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے لے کر کے جبریئل امین تک میری حقیقت کو کوئی نہیں پہچان سکا۔
حقیقت تو ترتیب اجزاء کا نام ہے۔ تو جب پتا ہی نہ چلا کہ Material (مادہ) کیا لگا ہوا ہے؟ بنا ہوا کیسے ہے؟ اب تو کس غلط فہمی میں مبتلا ہو گیا ہے کہ تو ان جیسا ہے؟
اگر تو ظاہری Setup کی وجہ سے کہتا ہے کہ تو مثل مصطفیٰ ﷺ ہے، تو ابوجہل کی طرف دیکھ اس جیسا بھی تو ہے۔
سرکار دو عالم ﷺ کا سدرۃ المنتہیٰ سے آگے لامکاں تک پرواز کرنا،
اس سے معلوم ہوا کہ فلسفہ معراج میں ایک بات یہ نکلی کہ مثل مصطفیٰ ﷺ نہ بشروں میں ہے، نہ نوریوں میں۔
فلسفہ معراج پر بحث کرتے ہوئے میں بخاری شریف کے حوالے سے عرض کرنا چاہوں گا تاکہ پڑھنے والا مجبور ہو کر یہ مانے کہ بخاری شریف ہے اب کیا کروں؟ لیکن بخاری شریف تم اپنے ذوق سے پڑھتے ہو میں اپنے ذوق سے پڑھتا ہوں۔

بے عشق محمد ﷺ جو پڑھاتے ہیں بخاری
آتا ہے بخار ان کو بخاری نہیں آتی

بخاری شریف میں غالباً یہ حدیث چار یا پانچ مرتبہ آئی ہے۔ سرکار تاجدار مدینہ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں معراج کی صبح کو مکہ شریف میں بات کرنے پر مامور ہوں کہ بات کروں اور بات جن سے کی جانے والی ہے وہ میرا نام نہیں سننا چاہتے چہ جائیکہ مجھے لامکاں کا سیاح تسلیم کر لیں۔ وہ یہ نہیں ماننا چاہتے کہ میرا خدا کے ساتھ کوئی تعلق ہی ہے یا خدا کے نام سے کوئی ہستی ہی ہے۔ ان سے یہ کہوں کہ میں اس (خدا) سے مل کے آیا ہوں تو کون باور کرے؟
اب Opposition (مخالفت) اتنی ہے، تنہائی کا یہ عالم ہے کہ چند بندے میرے ساتھ ہیں اور پوری بیس قبیلوں کی حکومت ہے۔ اس کے جتنے Representative (نمائندگان) ہیں، وہ سارے میرے خلاف ہیں۔ اب بات کروں تو کس سے کروں؟
فرمایا بات کرنی ہے تو ابوجہل بے ایمان سے کریں گے۔ جس کو پتا چلے پھر آگے بات چلے گی، تو دنیا دیکھے گی کہ ہوتا کیا ہے۔ بخاری کا متن ہے۔ فلسفہ معراج کی اصل حقیقت ہے جن حقیقتوں پر روشنی پڑتی ہے۔ معراج یہ بتانا چاہتا ہے کہ معراج کے بعد سرکار ﷺ کی عظمت کو یوں تسلیم کر لو کہ حقیقت حال اس بشریت کے پس پردہ کچھ اور ہے۔ اس کو بے حجاب کرنا اس کی نقاب کشائی کرنا، یہ معراج کے فلسفے کی ایک آئیٹم ہے۔
یہ بتانا کہ تم اپنے جیسا آدمی سمجھ کے غلطی کھا رہے ہو۔ نہیں اپنے جیسا آدمی کیا پوری آدمیت مل کے اس کی کسی حقیقت جیسی بھی نہیں ہے، تو کیوں غلط فہمی میں مبتلا ہو؟

لم یات نظیرک فی نظر
مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے
تجھ کو شہ دو سرا جانا

ساری دنیا مطالعہ میں گزر گئی لیکن آپ جیسا بشر تو کیا فرشتہ نہ مل سکا۔ آپ کی اصل حقیقت جاننا چاہی تو معلوم ہی نہ ہو سکی، پھر جیسا کے کیا معنی؟
مماثلت کے لئے حقائق کی پہچان ضروری ہے۔ مماثلت میں یہ بات ضروری ہے کہ مغائرت ہو۔ یہ اور ہو وہ اور ہو۔ اگر ذات کا اتحاد لازم آئے تو اتحاد ذاتی میں علم بیان کے فن کی رو سے مماثلت ممنوع ہوتی ہے۔
مثلاً: یہ کہنا واہ واہ سبحان اللہ یہ پھول تو پھول کی طرح نظر آتا ہے۔ یہ جملہ صحیح نہیں۔ یہ کہے کہ واہ واہ سبحان اللہ یہ انسان تو خاص انسان کی طرح نظر آتا ہے۔ کسی کاغذ پر لکھ کر کسی دانشور سے پڑھاؤ کہ یہ جملہ صحیح ہے؟ کوئی بھی دانشور یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ جملہ صحیح ہے۔

اتحادِ ذاتی کے بعد مماثلت ممنوع ہوتی ہے اس کی چند مثالیں پیش کرتا ہوں:

ا۔ ماں کہتی ہے میرے بیٹے کا چہرہ چاند کی مانند ہے۔ ماں نے پہلے تسلیم کیا کہ چاند کی حقیقت اور ہے، میرے بیٹے کے چہرے کی حقیقت اور ہے۔

۲۔ جب یہ کہا اس کا قد سرو کی مانند ہے تو قد کی حقیقت اس نے اور تسلیم ہے، سرو کی حقیقت اور تسلیم کی ہے۔ اگر یہ اور وہ ایک ہو جاتے تو پھر مماثلت منع ہو جاتی۔ کبھی سنا ہے کہ واہ واہ سبحان اللہ، یہ سرو تو خاص سرو کی مانند ہے؟ کیونکہ جہاں اتحادِ ذاتی لازم آ جائے وہاں مماثلت منع ہو جاتی ہے۔ جب کہا اس کا قد سرو کی مانند ہے، تو معلوم ہوا سرو کی حقیقت اور ہے، قد کی حقیقت اور ہے۔

اب جس وقت یہ بات سمجھ میں آ گئی اس وقت سرکارِ دو عالم ﷺ کا فرمانا (میں تمہارے جیسا آدمی ہوں) میں اور تمہارے میں اگر اتحاد لازم آ جاتا تو پھر مثل کہنے کی ضرورت نہ ہوتی۔

(چہرہ چاند کی مانند ہے) معلوم ہوا چہرہ کی حقیقت اور ہے چاند کی حقیقت اور ہے۔

(قد سرو کی مانند ہے) معلوم ہوا قد کی حقیقت اور ہے سرو کی حقیقت اور ہے۔

اسی طرح (میں تمہاری مانند ہوں)

معلوم ہوا تمہاری حقیقت اور ہے حقیقتِ محمد مصطفیٰ ﷺ اور ہے۔

اگر دونوں کی حقیقت ایک ہوتی تو مماثلت منع ہوتی۔

معراج کی صبح کو بات ہوتی ہے۔ ابوجہل کو جوں ہی پتا چلا تو ابوجہل اکیلا ہی Press conference (پریس کانفرنس) تھا۔ پورے مکے میں یہ بات جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی کہ وہ کہتے ہیں راتوں رات گیا ہوں، راتوں رات واپس لوٹا ہوں۔

اور

من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ

آپ لامکاں تک گئے تھے بات صرف مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک چھڑی ہے؟

احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ بخاری میں موجود ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سدرۃ المنتہیٰ سے آگے گیا ہوں۔

دلائل قویہ سے ثابت ہے کہ آگے گئے ہیں، لیکن آگے نہیں بیان کیا۔

اس سے یہ پتا چلتا ہے کہ عدم بیان عدم شئی کی دلیل نہیں۔ ایسا ممکن ہے شے ہو لیکن بیان نہ ہو۔ جیسا آپ کے بینک بیلنس میں ایک کروڑ روپیہ ہو لیکن آپ نہیں بتلاتے کہ میرے پاس ہے۔ کیا نہ بتلانے کا معنی یہ ہے کہ آپ کے پاس نہیں ہے؟

سرکار ﷺ کا نہ بیان کرنا، اس کا یہ معنی نہیں کہ آگے گئے ہی نہیں۔ اصل بات یہ ہے جس سے بات ہو رہی ہے اس کا ظرف اتنا نہیں ہے۔

جیسا کہ سرکار ﷺ نے فرمایا:

لا اقول لی خزائن الارض

میں تم سے نہیں کہتا میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں

اور بخاری شریف جلد اول ص ۱۷۹ پر یہ حدیث موجود ہے:

نبی پاک ﷺ نے فرمایا:

اعطیت مفاتیح خزائن الارض

مجھے زمین کے خزانے دیئے گئے

اعطیت الکنزین الاحمر والابیض

مجھے دو خزانے دیئے گئے ہیں مجھے سرخ خزانہ (سونا) اور سفید خزانہ (چاندی) دیا گیا ہے۔

(مشکوٰۃ ص ۵۲۲۔ مسلم شریف)

کل روئے زمین کے سونا اور چاندی میرے قبضے میں ہیں۔ وہی یہ کہیں میں تم سے کہتا نہیں۔ وہی یہ کہیں کہ مجھے دیا گیا ہے۔ تطبیق کیا ہو گی؟

حال مخاطب کو دیکھ کر Style of Address (وجوہ الخطاب) کا یہ Chapter ہے۔ فن حدیث اور فن تفسیر دونوں کے اندر یہ موجود ہے۔ دیکھنا کہ جس سے بات ہو رہی ہے وہ کون ہے؟ اس کے مخاطب کون ہیں۔

پس جب یہ فرمایا کہ: "میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں"۔
اس وقت مخاطبین منافقین مدینہ ہیں۔ چوروں کو خزانے نہیں بتائے جایا کرتے۔
اور جس وقت فرمایا کہ "میرے پاس خزانے ہیں"۔ اس وقت مخاطبین حضرت صدیق اکبر ﷺ ہیں، حضرت فاروق اعظم ﷺ، حضرت عثمان ﷺ، حضرت حیدر کرار ﷺ عشرہ مبشرہ ہیں۔
اگر تم سمجھتے ہو کہ جو سرکار ﷺ نے فرمایا میں بھی مخاطب ہوں تو سمجھو کہ پھر کس برادری کے ہو؟ یہ جن کو بتایا کہ میں نہیں کہتا، (وہ منافقین ہیں)
لطف کی بات یہ کہ فن جاننے والا اس فہم میں مبتلا نہیں ہوتا۔
"لا"، خزائن کے اول میں نہیں آیا بلکہ "لا" اقول کے اول میں آیا ہوا ہے۔
لا اقول: کہتا نہیں ہوں۔
یہ نہیں فرمایا کہ ہیں نہیں۔
کہنے کی نفی ہے، ہونے کی نفی نہیں ہے۔
اب معراج بیان ہونے لگی ہے۔ مسجد حرام سے لے کر مسجد اقصیٰ تک بیان ہوئی آگے کیوں نہ بیان کیا؟
کہا جو وہ الخطاب منع کرتا ہے، کہ سننے والا ابوجہل ہے، ابولہب ہے، ان کی اتنی صلاحیت ہی نہیں۔ ایک آدمی دو کا پہاڑا نہ جانتا ہو تو اس کے سامنے جیومیٹری شروع کر دو تو نہیں سمجھے گا۔ پہلے اس کے مبادیات تیار کراتے ہیں۔
اب جن سے بات ہونے لگی ہے ان کی اتنی استعداد ہی نہیں تو بات کس سے کریں؟
اب معراج پر جانے کی بات پھیل گئی۔
جب بات پھیل گئی ابوجہل کہتا ہے ابوبکر کو پوچھو، آج ابوبکر کو پوچھنے کا دن ہے۔
کیوں؟ یہ کہتا ہے راتوں رات گیا ہوں، راتوں رات کوئی جائے راتوں رات کوئی واپس آئے کسی کو سمجھ نہ آئے، صدیق اکبر ﷺ کو ضرور سمجھ آئے گی۔
حضرت صدیق اکبر ﷺ کو پکڑ لیا۔
اب اس موقع پر دانشور لوگ غور کریں ابوجہل نے حضرت صدیق اکبر ﷺ کو پکڑا کہ تم سے بات کرنی ہے۔
کیا بات کرنی ہے؟
آج تو تمہارے صاحب (حضور ﷺ) نے ایک ایسی بات کہی ہے جس کے جھوٹ ہونے میں کوئی شک ہی نہیں ہے۔ (معاذ اللہ ثم لعیاذ باللہ)۔ وہ کہتا ہے میں آج رات راتوں رات جسم کے ساتھ یہاں سے بیت المقدس گیا ہوں۔
لفظ "جسم" میں نے اس لئے استعمال کیا کہ اگر خواب بیان کرتے تو انکار کون کرتا؟
مثلاً آپ کہیں گے آج رات خواب میں میں پاکستان کا وزیراعظم بن گیا، تو آپ کے خلاف کوئی کیس کرے گا؟ خواب کی بات ہے، وزیراعظم بنتے پھریں۔ اگر خواب میں کوئی کہے میں نے حلوہ کھایا ہے تو اس کا کون انکار کرے گا کہ حلوہ کھا دو چار اور دن لگا کے کھالے۔
خواب میں موتی چگ، ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔
حضور ﷺ نے جسمانی معراج کی بات کی اس لئے اس نے انکار کیا۔ ابوجہل نے حضرت صدیق اکبر ﷺ کو کہا کہ یہ بات تمہارے صاحب نے کہی ہے۔
اب اہل علم حضرات اس پر غور کریں۔ حدیث کی روایت کا جو فن ہے وہ کہتا ہے کہ راوی (روایت کرنے والا) کا ضبط اور عدالت درست ہو۔
"ضبط" کا معنی اس کا حافظہ ٹھیک ہو، ادراک ٹھیک ہو، بات سمجھتا ہو بیان کر سکتا ہو
"عدالت" سے مراد ہے اس کا عقیدہ صحیح ہو اور عمل صحیح ہو
یہ بنیادی اصول مانے جاتے ہیں۔ اگرچہ تفصیل میں لمبی لمبی تفصیلات ہیں لیکن ان کا حاصل اگر نکالیں تو یہ نکلتا ہے، ضبط و عدالت۔
اب ابوجہل کا عقیدہ بھی غلط ہے، عمل بھی غلط ہے اور جو اس کا عدالت ہے کہ بات کرے اور مکر جائے، ہر وہ بات کرے جو تخریب پر مبنی ہو اور جو صحبت عمل ہے نہایت گھٹیا عمل کا آدمی ہے۔ عقیدہ بھی غلط ہے عمل بھی غلط ہے فن کی رو سے حدیث قبول کی جانی چاہئے؟
فن کی رو سے تو حدیث قبول نہیں ہونی چاہئے لیکن جس وقت وہ بیان کرتا ہے تو حضرت صدیق اکبر ﷺ یہ نہیں کہتے کہ تو راوی ضعیف

ہے۔انہوں نے کہا فضیلت مصطفیٰ ﷺ میں حدیث جارہی ہے، ابوجہل بھی راوی ہے تو قبول ہے۔

بے عشق محمد ﷺ جو پڑھاتے ہیں بخاری
آتا ہے بخار ان کو بخاری نہیں آتی

جس تاریخ کو یہ حدیث بیان کی گئی حضرت عباس ﷺ نے ابولہب کو دیکھا کہ سرکار ﷺ کے میلاد والے دن ابولہب نے ثوبیہ کو آزاد کرنے کے لئے جو انگلی اٹھائی تھی، اس سے کچھ مواد نکلتا ہے اور مجھے ہفتے کے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے۔اس کا مروی عنہ ابولہب ہے۔ ابولہب سے روایت کی گئی ہے۔

جس وقت بیان کرتا ہے حضرت عباس ﷺ، کے بھی اسلام کا زمانہ نہیں ہے۔اگر ان کے اسلام کا زمانہ ہے تو انہوں نے اسلام ظاہر نہیں کیا ہوا، تو پھر مروی عنہ بھی مسلمان نہ ہو، روایت کرنے والا بھی مسلمان نہ ہو، امام بخاری سے یہ پوچھو کہ آپ نے کتاب النکاح کے اندر یہ حدیث کیوں درج کی ہے؟

جب یہ بات سن لی گئی تو اس کے بعد کہنا چاہئے تھا کہ یہ حدیث درج ہونے کے قابل نہیں ہے، کیونکہ جس نے روایت کی ہے اس کا مسلمان ہونا پکے دلائل سے ثابت نہیں ہے اور جس سے روایت کی ہے وہ ہے ہی کافر اور معاملہ بھی خواب کا ہے۔

واہ امام بخاری! کتنا خوبصورت آپ نے فن کو ظاہر کیا ہے!

کہا راوی بھی ٹھیک نہ ہو، مروی عنہ بھی ٹھیک نہ ہو لیکن اس روایت کا کریڈٹ عظمت مصطفیٰ ﷺ کو جاتا ہے۔کہا عظمت مصطفیٰ ﷺ کا Chapter ہو تو کافر بھی راوی ہو تو قبول کرلو۔خطیب بغدادی کی کتاب الکفایہ فی علم الروایہ (جو کہ علم اصطلاح یعنی فن حدیث کے علم کی کتاب ہے) اس کے اندر یہ بات طے شدہ ہے، وہ کہتے ہیں حدیث کے قبول کرنے میں اور عدم قبول میں ایک روایت کو دخل ہے اور دوسرے درایت کو دخل ہے۔

روایت کا مطلب ہے، راوی اس کے کیسے ہیں؟

اور درایت یہ ہے کہ جو بات کہی گئی ہے یہ شرح کے مسلمات کے مطابق ہے؟

اگر شرع میں مانی ہوئی باتوں کے مطابق ہے تو پھر قبول کی جائے اور اگر شرع میں مانی ہوئی باتوں کے خلاف ہے تو قبول نہ کی جائے۔

شرع میں جو بڑی بڑی مانی گئی چیزیں ہیں ان میں سے ایک عظمت رسول ﷺ ہے۔

اس لئے خطیب بغدادی کہتے ہیں کہ جو حدیث کہلائے اور نبی پاک ﷺ کی شان کے خلاف جائے، اس راوی کو بے ایمان کہو کہ شان مصطفیٰ ﷺ تو مانی ہوئی چیز ہے، اس کے خلاف اگر جاتی ہے تو وہ حدیث ہی نہیں ہے۔اگر شان مصطفےٰ ﷺ میں جاتی ہے تو راوی کافر بھی ہے تو قبول ہے۔

اب حضرت صدیق اکبر ﷺ نے ابوجہل کی زبانی بات سن کے یہ نہیں کہا کہ راوی کمزور ہے۔انہوں نے کہا اگر سرکار ﷺ کہتے ہیں تو۔تُو کہتا ہے کہ یہاں سے مسجد اقصیٰ تک گئے ہیں اگر وہ کہیں کہ میں لامکاں تک گیا ہوں تو میں مانوں گا۔تُو تو یہاں کا انکار کرتا پھرتا ہے، اگر سرکار ﷺ نے یہ فرمادیا ہے کہ میں لامکاں تک گیا ہوں تو صدیق مانے۔

واہ صدیق اکبر ﷺ!

آپ والا ایمان چاہئے۔

اس جگہ سرکار ﷺ فرماتے ہیں کہ بیت ارقم کے پاس کفار نے مجھ سے یہ سوال کیا اگر آپ ﷺ واقعی بیت المقدس شریف گئے ہیں تو بتائیں اس کی کھڑکیاں کتنی ہیں؟ اس کے روشن دان کتنے ہیں؟ اس کے دروازے کتنے ہیں؟ اس کا رقبہ کتنا ہے؟ میٹریل کون سا لگا ہوا ہے؟

اب میں دو سال اور کچھ مہینے مدینہ یونیورسٹی میں رہا ہوں۔اگر مجھ سے کوئی پوچھے کہ بتاؤ اس کی بلڈنگ کیسی ہے؟ تو میں جس حال میں جا کہ مطالعہ کرتا رہا اس کے سوا میں نہیں بتلا سکتا، نہ میں نے دھیان کیا ہے، نہ میری ضرورت کی چیز تھی کہ میں دیکھوں۔ Architecture (ماہر تعمیرات) کی ڈیوٹی ہے کہ دیکھے کہ میٹریل کیا ہے؟ رقبہ کتنا ہے؟ بلند کتنی ہیں؟ لمبائی چوڑائی کتنی ہے؟

سرکار ﷺ فرماتے ہیں جب مجھ سے سوال ہوا تو مجھے ایسا تردد ہوا جیسا کبھی نہ ہوا۔

اندھے کو اندھیرے میں بڑی دور کی سوجھی۔معترض کہتا ہے اگر سرکار ﷺ کو پتا ہوتا تو تردد کیوں ہوتا؟

بخاری شریف میں حدیث قدسی ہے، رب کہتا ہے مومن کی جان نکالتے وقت مجھے وہ تردد ہوتا ہے جو کبھی نہیں ہوا۔

اگر یہ عدم علم کی دلیل ہے تو پھر خدا کے بارے میں کیا کہو گے؟

سرکار ﷺ فرماتے ہیں جب یہ سوال ہوا مجھے وہ تردد ہوا جو کبھی نہیں ہوا۔ اب رب کہے مومن کی جان نکالتے وقت مجھے وہ تردد ہوتا ہے جو کبھی نہیں ہوا تم اس کا سوچ کر جواب دو کہ میں اس کا جواب دوں؟

یعنی جس کی محبت کا میں مدعی ہوں کہ یہ میرا دوست ہے:

الله ولی الذین امنوا یخرجھم من الظلمت الی النور (البقرۃ:۲۵۷)

اللہ ولی ہے مسلمانوں کا انہیں اندھیروں سے نور کی طرف نکالتا ہے

میں اس کی دوستی کا مدعی ہوں، ایک تو یہ ہے کہ وہ دوستی کا دعویٰ کرے۔ میں کہتا ہوں اللہ ان کا دوست ہے، تو جس کی دوستی کا میں دعویٰ کر چکا ہوں اس کو جب مارنے کی نوبت آئے تو دوست کی تاریخ میں کسی دوست کو مار ڈالنا یہ امر متردد ہے۔ دوستی کا دعویٰ کیا ہے، تو دوستی کا دعویٰ بھی اور موت بھی؟

تردد جو سرکار ﷺ کو ہوا ایسی معنی ہوا کہ دیکھو میں نبوت کا مدعی ہوں اور یہ مجھ سے Architect کے سوال کرتے ہیں۔ جو کوئی مستری معمار ہو یا کوئی پلمبر، بلڈر ہو۔ میں نہ بلڈر ہوں، نہ معمار ہوں نہ مستری ہوں تو یہ سوالات مجھ سے Relevant(متعلقہ) نہیں ہیں؟

سرکار ﷺ کہیں میں معراج پہ گیا ہوں۔ پوچھنے والا پوچھے اینٹیں کیسی ہیں؟ سوال کا کوئی مضمون سے تعلق نہیں بنتا اس لئے تردد ہوا۔

کہا اگر اس وجہ سے تردد ہوا تو بتاؤ کہ جبرائیل امین بیت المقدس شریف اٹھا کے کیوں لے آئے؟

فرمایا اگر اٹھا کے لانا عدم علم کی دلیل ہے تو بتاؤ کہ جب قیامت کے میدان میں رب کی بارگاہ میں نامہ اعمال پیش ہوں گے، تو اس کا یہ معنی بنے گا رب کو پتا ہے تو نامہ اعمال کیوں سامنے رکھے گئے؟ یہ معنی نہیں بنیں گے۔

وہاں کیا ہو گا خدا کا ایک Departmental Rule (محکمانہ قانون) ہے، اس وجہ سے رکھے گئے علم کی کمی کی وجہ سے نہیں رکھے گئے۔

ہم بھی یہ کہتے ہیں بیت المقدس کیوں لایا گیا؟

دراصل قصہ یہ ہوا کہ جس جس نبی کی جتنی Jurisdiction (حلقہ اختیار) جتنا جتنا Prescribed Area (علاقہ اختیار) جتنا جتنا علاقہ نبی علیہ السلام یا رسول علیہ السلام کے ماتحت ہوتا رہا اتنا ہی پہانے کا ٹرانسپورٹ، آمد و رفت کی سہولتیں Management (انتظام) کے لئے وسائل پروردگار اس کو فراہم کرتا رہا۔

جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

غدوھا شھر و رواحھا شھر (سبا۔۱۲)

اس کی صبح کی منزل ایک مہینے کی راہ اور شام کی منزل ایک مہینے کی

حضرت سلیمان علیہ السلام کا ملک چونکہ سب سے بڑا ہے اس لئے ہوا کی ڈیوٹی لگی ایک مہینے بھر کی راہ صبح اڑا لے کے جائے ایک مہینے بھر کی راہ شام کے وقت لے کے جائے۔ یعنی ایک دن میں دو مہینوں کا سفر پورا ہو جائے، اس لئے کہ ایریا بہت بڑا ہے تو اس کا اگر وزٹ کرنا چاہیں تو کتنے عرصہ میں کریں گے۔

فرمایا: اے پیارے تجھے ہوا ٹرانسپورٹ کے طور پر نہیں دیتے اس لئے کہ تیری وہ بھی Jurisdiction (حلقہ اختیار) ہے جہاں ہوا جا ہی نہیں سکتی۔ اے پیارے تیری Jurisdiction اتنی بڑی ہے، ہوا وہاں جا ہی نہیں سکتی۔

مسلم شریف کی اس حدیث کے راوی حضرت انس ﷺ ہیں:

ان الله زوی لی الارض فرایت ومشارقھا ومغاربھا

(مشکوٰۃ ص ۵۲۲، مسلم شریف)

بے شک اللہ نے میرے لئے زمین کو سمیٹ دیا پس میں نے اس کے مشارق (مشرق و مغرب) اور اس کے مغارب (شمال اور جنوب) کو دیکھ لیا۔

فرمایا: اے محبوب! یہ تیری ڈیوٹی نہیں ہو گی کہ تو جائے اور جا کے دیکھے، یہ جگہ کی ڈیوٹی ہو گی کہ وہ اٹھ کے تیری بارگاہ میں آئے اور تو دیکھ لے۔

☆☆☆

پھول مہکتے رہے رنگ دمکتے رہے

حافظ شیخ محمد قاسم

"حرم کعبہ" میں انوار ورحمت کی بارش ہو رہی تھی۔ لوگ رنگ تقدیس کے مظاہر اور جلوے دیکھ رہے تھے لیکن ہمارے ساتھ آئے ہوئے قافلے کا ہر ساتھی باب عبدالعزیز پر نظر گاڑے ہوئے تھا۔ اچانک میں نے محسوس کیا کہ ساتھیوں میں غیر معمولی ہلچل پیدا ہوئی۔ میرا احساس غلط نہ تھا۔ دیکھا تو شاہ جی پیلی ردا اوڑھے حرم میں داخل ہوئے اور فقیرانہ انداز میں بیٹھے اور انتہائی عاجزی کے ساتھ زم زم نوش فرمایا اور معمول کی دعاؤں سے فارغ ہونے کے بعد تلاوت قرآن مجید میں منہمک ہو گئے۔ تلاوت، مراقبہ اور ذکر شاہ جی کے معمولات میں مرغوب و محبوب عبادات ہیں۔ وقفے وقفے سے آپ ملنے والوں میں سے ایک ایک ساتھی سے ملاقات بھی فرما لیتے ہیں۔ جیزان، طائف، ریاض اور الخرج سے آئے ہوئے دوست ملتے رہے۔ ایک محبت والے ساتھی نے پاکستان کے حالات کا ذکر کیا تو شاہ جی تواضع، خاکساری اور نیاز مندی سے گفتگو کا ٹ کاٹ کر ارشاد نوازی فرمانے لگے۔

دیکھو بھائی "چڑیا" چھوٹا سا پرندہ ہے، ضعیف ہے، کمزور ہے اور سبک جان ہونے کے باوجود اس کے کتنے دشمن ہیں۔ سانپ اسے نگلتے ہیں، شاہین اور شکرے اسے نوچتے ہیں، بلیوں کے ہاتھ چڑھ جائے تو وہ بھی اسے نہیں چھوڑتیں، انسان اس کے شکاری ہوتے ہیں لیکن کیا اس ننھی جان پرندے نے کبھی پرواز میں کوتاہی کی ہے، کیا اس نے گھونسلے میں کبھی دبک کر بیٹھ جانا اختیار کیا ہے؟ ہم اشرف المخلوقات ہیں، رسول اللہ ﷺ کے غلام ہیں، توحید ہمارا عقیدہ ہے، ہم ایمان رکھتے ہیں کہ موت وحیات اللہ کے ہاتھ میں ہے تو پھر ڈر کر خوف سے ہمیں بیٹھ نہیں جانا چاہئے، برق رفتاری کے ساتھ مقصد حیات کے خاکوں میں رنگ بھرنا چاہئے۔ نحیف چیونٹیاں اور کمزور کمزور کیڑے منزل کی طرف رواں دواں رہتے ہیں ہمیں کم ہمت نہیں ہونا چاہئے۔ اخلاص کے ساتھ اللہ کی رضا کو منزل بنا کر تگ و دو کرتے رہنا چاہئے۔

باتوں کا سرور تقدس کا رنگ بکھیر رہا تھا کہ "اللہ اکبر" کی صدا گونجی اور سلسلہ کلام منقطع ہو گیا۔ نماز ہوئی اور شاہ جی ایک گھنٹہ کے لئے مصروف عبادت ہو گئے۔ شاہ جی اچانک لیکن تیزی کے ساتھ اٹھے اور کعبے شریف کے طواف میں مشغول ہو گئے۔ اختتام پر مقام ابراہیم کے عقب میں دو نفل ادا فرمائے۔ دعا سے فارغ ہونے کے بعد چند گام ہی باب عبدالعزیز کی طرف بڑھے ہوں گے کہ سید مظہر سعید کاظمی سے ملاقات ہو گئی۔ علیک سلیک کے بعد شاہ جی دوبارہ باب فہد کی طرف ایک برآمدے میں مصروف ذکر ہو گئے۔ تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد میری طلبی ہوئی، حاضر ہوا اور ایک طرف بیٹھ گیا۔ ایک عرب لڑکے نے شاہ جی کو قہوہ پیش کیا آپ نے تین کھجوریں تناول فرمائیں۔ امریکہ میں رہنے والا ایک مسلمان آہستہ آہستہ ہماری طرف بڑھا اور مجھ سے سرگوشی کے انداز میں پوچھا یہ علامہ سید ریاض حسین شاہ ہیں، میں نے عرض کی جی ہاں شاہ جی یہی ہیں۔ اس نے دست بوسی کی اور ایک سو ڈالر شاہ جی کو بطور نذرانہ پیش کیا۔ شاہ جی ایک سو ڈالر کا نوٹ ہاتھ میں لے کر اظہر نامی اس نوجوان سے مخاطب ہوئے اور فرمایا دیکھو ڈالر پر یہ کیا لکھا ہوا ہے:

"In God We Trust"

ہمیں خدا پر بھروسہ ہے۔

شاہ جی نے پھر جیب سے سوریال کا نوٹ نکالا اور فرمایا پڑھیے اس پر کیا لکھا ہے:

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

عزیزم اظہر ہمارے ایمان کرنسی پر علامتیں اور نشانات بن گئے، ہم ظاہر کی دنیا میں کھو گئے، ہمارا ایمان ہمارے شعور سے نکل گیا، ہم بڑے بڑے دعوے کرنے لگ گئے لیکن ہم کچھ بھی نہ رہے۔

دفعتہً شاہ جی نے سلسلہ کلام منقطع کر دیا اور نظریں کعبہ نور پر گاڑ دیں۔ دیر تک آپ کھبے رہے۔ درود شریف کی تسبیح میں غیر معمولی تیزی آ گئی۔ طائف سے آئے ہوئے ایک ساتھی نے خوشبو پیش کی آپ نے اونچی آواز میں درود شریف پڑھا اور عبدالوہاب کو دعا دی۔ عبدالوہاب خانپور کے رہنے والے ایک نوجوان ہیں۔ پولیس کے ملازم تھے لیکن شاہ جی کے بیعت کے بعد عشق الٰہی کی ایسی آگ لگی کہ ملازمت چھوڑ دی اور سعودی عرب چلے گئے۔ اب شاہ جی جب حرمین شریفین کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتے ہیں تو ان کا عشق دیدنی ہوتا ہے۔

اس مرتبہ تو انہوں نے شاہ جی کے لئے مسئلہ بنا دیا۔ آپ وضو فرما رہے تھے کہ عبدالوہاب پھرتی سے شاہ جی کی عقبی جانب سے آگے بڑھا اور شاہ جی کے وضو کا پانی اچک کر پی لیا۔ پاس ہی سعودی نائب قاضی وضو میں مشغول تھا۔ اس نے شاہ جی کا مطالعہ کرنا چاہا کہ دیکھتے ہیں آپ کیا کرتے ہیں۔ شاہ جی عبدالوہاب کو بلا کر پنجابی میں نصیحت فرمائی۔

سعودی نائب قاضی نے شاہ جی سے پوچھا:

آپ نے اسے کیا فرمایا ہے؟

شاہ جی!

اس لڑکے کا نام عبدالوہاب ہے لگتا ہے یہ عشق رسول میں مجنون ہے۔ اسے پتہ چلا ہے کہ میں اشراف میں سے ہوں یعنی اولاد رسول ﷺ سے ہوں، تو اس نے کہیں حدیث پڑھ لی کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں صحابہ حضور ﷺ کے وضو کا بچا ہوا پانی پی لیتے تھے۔ اس نسبت کی برکت حاصل کرنے کے لئے اس نے یہ حرکت کر دی۔ میں نے اسے سمجھایا کہ بہت سارے کام رسول اللہ ﷺ کی محبت میں ان کے لئے جائز تھے لیکن بعد میں کسی دوسرے کے لئے جائز نہیں ہیں، ویسے بھی ہم گناہ گار لوگ ہیں ہمارے لئے کب اس قسم کے افعال روا ہو سکتے ہیں۔ اسے میں نے ایک تھپڑ مارا ہے تاکہ تعزیر ہو جائے۔

نائب قاضی نے شاہ جی کی پیشانی چوم لی۔ اس پر شاہ جی نے اس سے خوش طبعی کرتے ہوئے کہا۔ لگتا ہے تم بھی عبدالوہاب کے قبیلے کے انسان ہو۔

نائب قاضی: وہ کیسے؟

آپ نے میری پیشانی اور گال چوم لئے ہیں۔

نائب قاضی: میں نے دینی شعائر کے احیاء کا جذبہ دیکھ کر ایسا کیا ہے۔

شاہ جی: تم دونوں برابر ہو۔ تم نے دین کی عزت کی ہے، اس نے خون کی عزت کی ہے۔

احکام کا نفاذ اعمال کی کیفیات اور نفسیات کو دیکھ کر ہی نہیں ہوتا نیتوں کا بھی جائزہ لینا پڑتا ہے۔ اللہ اکبر اذان کی صدا نے ماحول بکھیر دیا اور محفل برخاست ہو گئی اور شاہ جی مسجد میں آ کر ایک بار پھر ذکر میں مشغول ہو گئے۔

مدینہ شریف کی حاضری میں ''مواجہ شریف'' پر از دہام کثیر تھا۔ شاہ جی ساتھیوں کے ساتھ درود شریف کبھی جہراور کبھی مخفی پڑھتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے ایک موقع پر ڈیوٹی پر موجود اہلکار نے شاہ جی کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور کہا:

حبیبی!

حرّک حرّک۔۔۔۔۔۔!!!

حاضری سے فارغ ہوئے تو مدینہ شریف میں ایک مدرسہ کے استاد جو شاہ جی کے سنگی ہیں، بڑے جذباتی اور میٹھے آدمی ہیں، نام قصداً نہیں لکھ رہا، بولے سے شاہ جی کے پاس آ بیٹھے اور عرض کی شاہ جی آقا کی دہلیز کا احترام نہ ہوتا تو آج میں اس شرطے، جس نے آپ سے بدتمیزی کی اس کے ہاتھ کاٹ دیتا۔ شاہ جی اس وقت پانی نوش فرما رہے تھے، آپ نے درود شریف پڑھا اور پانی اپنے سنگی کو عطا فرمایا اور ارشاد فرمانے لگے پانی پی لو اور غصہ تھوک دو۔ اس نے ہم سے یہ بدتمیزی کب کی ہے؟ تم نے سنا نہیں وہ تو مجھے ''حبیبی'' کہہ رہا تھا'' یعنی اے میرے حبیب جلدی جلدی چلو حضور ﷺ کا کوئی نوکر ہمیں ''حبیبی'' کی سند دے دے تو یہ اس کی مہربانی ہے، پاگل نہ بنو رحمت عالم ﷺ کی گلیوں میں چلنے پھرنے والے کتوں کا بھی احترام کرو پھر آپ نے حضرت علی المرتضیٰ ؓ کے حوالے سے اچھے انسان کی چند خوبیاں بیان فرمائیں:

حضرت علی المرتضیٰ ؓ فرماتے ہیں:

جس شخص میں چار خصلتیں آ جائیں وہ دنیا و آخرت کی بھلائیاں پا لیتا ہے۔

☆ احتیاط اور تقویٰ جو اسے حرام سے بچائے

☆ حسن اخلاق جس کے ساتھ وہ لوگوں میں رہے

☆ حلم اور بردباری جس سے وہ نادانوں کی جہالت دور کرے

☆ نیکوکار بیوی کی معیت جس میں عورت امور دینی اور آخرت میں کام آئے۔

مدینہ شریف میں ہوٹل سے باہر نکلے تو ایک ساتھی کا بیان ہے شاہ جی نے ایک جگہ سے مٹی اٹھائی اور کچھ زبان پر رکھی اور باقی اپنی مانگ پر ڈال دی۔ شاید آپ محسوس نہ کر سکے تھے کہ چند ساتھی مشاہدہ محبت میں سرگرداں ہیں۔ آپ نے بس اتنا فرمایا ابوتراب کا بیٹا ہوں خاک مدینہ سے نسبت پائی ہے، پھر درود پڑھتے ہوئے حرم میں داخل ہو گئے۔ مغرب اور عشاء کے درمیان شاہ جی کا مسجد نبوی میں قیام بڑی لطافت اور

نفاست رکھتا ہے۔ طبیعت آج گل نظر معلوم ہو رہی تھی، شگفتگی چہرے پر چھائی ہوئی تھی لیکن حرفوں کو ابھی آپ نے جگایا نہیں تھا لیکن لگتا تھا کہ جذبات چہرے پر چھائے ہوئے ہیں۔

گنگ ہوئیں حرفوں کی زبانیں، سنگ ہوئے لفظوں کے لب
اب تو ہماری خاموشی ہی ترسیل جذبات کرے

آپ نے اچانک ایک مدنی نعت خوان کو بلایا اور اس نے دھیمے لہجے میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا نعتیہ کلام سنایا اور عرض کی اگر اجازت ہو تو چند اشعار مدحت علی ﷺ کے عرض کروں۔ اذن تکلم پایا اور کلام اسماعی میں مشغول ہو گئے۔

ایسا کریم جس کے کرم کی نہ حد ملے
ایسا علیم علم کو جس سے مدد ملے
ایسا عظیم جس کی ادا میں احد ملے
ایسا سلیم جس میں شعور صمد ملے
دنیا و دیں میں جس کو وہ نام و نسب ملا
خالق کی بارگاہ سے حیدر لقب ملا

رات الشرق ہوٹل کے کمرہ نمبر 805 میں بڑی خوبصورت محفل تھی۔ سندھ سے پیر سید عاشق علی شاہ اور ٹھٹھہ سے پیر سید جیلانی کی زیارت سے بھی شاہ جی ہی کے وسیلے سے فیض یاب ہوئے۔ ہوٹل کے کنٹریکٹر اللہ بخش نے کہا سندھ کا سابق وزیر اعلیٰ ارباب رحیم میرے پاس ٹھہرا ہوا ہے وہ بھی شریک محفل ہو سکتا ہے۔ شاہ جی کے چہرے پر نفرت کے نشانات ابھرے حالانکہ کم ہی ایسا ہوتا ہے کہ شاہ جی کے چہرے کا تبسم کسی کے لئے نفرت کا تازیانہ بن جائے۔ آپ نے صاف انکار کر دیا۔ جس وزیر اعلیٰ نے اپنا سارا زمانہ اقتدار بزرگوں کے تقدس کو خاک میں ملانے کے لئے بسر کیا ہو اور قطرت نے اسے ''جوتا زنی'' کا شکار بنا دیا ہو اس کا فقیروں سے کیا کام ہے، پھر آپ نے اللہ بخش سے کہا:

یہ بات یاد رکھ کہ عقیدے کی بات ہے
ایسی بات کا لقب ہی کلید نجات ہے
دوزخ منافقوں کی عبادت کا ہے جہیز
جنت علی کے ذکر کی پہلی زکوٰۃ ہے

شاہ جی عرصہ تیس سال سے حرمین شریفین کی حاضری دے رہے ہیں۔ آپ کا کہنا ہے کہ خدا کا شکر کہ اس نے تاریخ کی اس خوبصورت گزرگاہ میں پڑے سنگریزوں کے بوسے نصیب کئے ہیں۔ آپ کے معمولات سے یہاں آکر تحرک مکانی بالکل ختم ہو جاتا ہے۔ ''ہوٹل حرم'' ''ہوٹل حرم'' سکوت، جمود، مراقبہ، حاضری، گریہ اور تواضع بلکہ آپ مدینہ شریف میں کافی حد تک لوگوں کو بیعت کرنے سے بھی گریز کرتے ہیں۔ معیت میں جانے والے زائرین کی خواہش ہوتی ہے کہ شاہ جی ساتھ چلیں، زیارتیں کروائیں، تاریخ بیان کریں، لیکن بابا اب کسی کے کام نہیں آتے۔ صرف حریم محبت کا مشاہدہ ہی معمول زندگی ہو کر رہ گیا ہے۔ تبدیلی آئی ہے کہ حاجیوں، زائرین اور عمرہ کرنے والوں کا ہاتھ بٹاتے ہیں، کوشش ہوتی ہے کہ اپنا سارا سامان خود اٹھائیں اس مرتبہ تو آپ نے اپنے ایک بازو پر سید عبداللہ شاہ اور دوسرے پر حسن کو اٹھایا، مجھے حضور ﷺ کے زانو مبارک یاد آگئے ایک پر حسین اور دوسرے پر اسامہ، آخر میں نے جرأت کر ہی لی اور شاہ جی سے حسن کو لینا چاہا اور عرض کی بریف کیس میں اٹھا لیتا ہوں، چونکہ ہم سفر میں تھے اس لئے آپ نے فرمایا گاڑی میں بیٹھو تمہیں ایک قصہ سناتا ہوں۔

> مصعب بن احمد کہتے ہیں کہ ابو محمد مروزی بغداد شریف آئے ان کا ارادہ تھا کہ حرمین طیبین تشریف لے جائیں۔ میری خواہش ہوئی کہ مجھے ان کی معیت اور صحبت نصیب ہو۔ میں نے اپنے دل کی تمنا ان کے سامنے رکھی لیکن انہوں نے بوجوہ انکار کر دیا اور یہ سلسلہ انکار تین سال تک مسلسل قائم رہا۔ میرے بخت کا ستارہ ایک سال چمک اٹھا اور سفر میں اذن معیت سے سرفراز ہو گیا لیکن آپ نے ایک شرط عائد کر دی کہ ہم میں سے ایک امیر بنے گا اور دوسرے کو امیر کی اطاعت کرنی ہوگی۔ عرض کی پھر آپ ہی امیر ٹھہریے۔ فرمایا نہیں۔ تم امیر سفر ہو گے میں نے عرض کی علم و فضل میں اللہ نے آپ کو برتری بخشی ہے، لہٰذا آپ ہی امیر ٹھہریے۔ فرمایا ٹھیک ہے لیکن تم پھر اطاعت کے پابند ہو گے۔ میں نے عرض کی شرط منظور ہے۔

اب سفر میں حیرتوں کی برسات شروع ہوگئی۔ جب کھانے پینے کا موقع ہوتا تو مروزی مجھے ترجیح دیتے۔ جب میں اعتراض کرتا تو فرماتے شرط یاد ہے۔ تمہیں میری اطاعت کرنا ہوگی۔ ہر کام آپ خود کر لیتے۔ مشقت برداشت کر لیتے اور میرے حصے میں خدمت نہ کرنے کی شرمندگی ہی رہتی۔

ایک دن موسم بگڑ گیا بارش اترنے لگ گئی۔ سردی نکتہ انجماد پر جا پہنچی۔ محدث فرمانے لگے بارش تیز ہے تھوڑی دیر رک جاتے ہیں۔ جب ہم رک گئے تو آپ نے موٹی اونی چادر میرے اوپر تان لی اور مجھے حکم ملا بیٹھ جاؤ۔ آپ خود بھیگتے رہے۔ سردی سے آپ کا وجود ٹھٹھر رہا تھا لیکن آپ برداشت کرتے رہے۔ میں شرمندہ ہوتا رہا لیکن آپ فرماتے تم مامور ہو۔ میرے حکم کی مخالفت نہیں کر سکتے۔

شاہ جی نے مجھے کندھے سے پکڑا اور فرمایا یہ تھے ہمارے اسلاف اور اکابر۔ ہماری مخدومیت نے ہماری حالت بگاڑ دی ہے، پھر آپ نے حضرت لالہ جی جمشید رحمتہ اللہ علیہ کا ایک قول سنایا کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ

امیر کی عزت تواضع میں ہے اور فقیر کی عزت اس میں ہے کہ وہ اپنی حالت کی حفاظت کرے۔

قارئین! میرے لئے وہ وقت بڑا کڑا اور آزمائش والا تھا جب میں ایئر پورٹ پر شاہ جی کو انگلینڈ کے لیے الوداع کر رہا تھا۔ شاہ جی نے امیگریشن کے بعد پلٹ کر شیشوں کے عقب سے ہاتھ ہلا کر سلام کہا گویا جیسے فرما رہے ہوں۔

''میں ہی تو ایک راز ہوں سینہ کائنات میں''

☆☆☆

اسلام کی طرف سے حرام کردہ اشیاء پر سائنسی تحقیقات

ڈاکٹر سہیل اعجاز آکسفورڈ یونیورسٹی

اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ نے حرام کردہ اشیاء کو کھانے، پینے اور استعمال کرنے کو منع فرمایا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے نبی ﷺ ہر چیز کی خاصیات اور اس کے اثرات سے خوب آگاہ ہیں۔ انہوں نے انسانی خوراک کے لئے جن چیزوں کو حرام قرار دیا ہے ان میں انسانی زندگی میں کسی نہ کسی پہلو سے نقصان ضرور ہوتا ہے چاہے لوگوں کو اس کا علم ہو یا نہ۔ جب ڈاکٹر ایک مریض کو کسی مخصوص خوراک سے منع کرے تو اس مریض کی بہتری اسی میں ہے کہ وہ اس خوراک سے باز آجائے چاہے اس خوراک کے نقصان کا اس مریض کو ذاتی طور پر علم ہو یا نہ۔ مسلمان ہونے کی حیثیت سے یہ ہمارا ایمانی تقاضا ہے کہ کسی فائدے نقصان کی پرواہ کئے بغیر حرام اشیاء کو استعمال نہ کریں۔ حرام وحلال کا مسئلہ گذشتہ برسوں میں ایمان بالغیب کی حیثیت رکھتا تھا لیکن اب میڈیکل سائنس نے اپنی تحقیق سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ حرام اشیاء میں ایسے مضرِ صحت اجزاء موجود ہوتے ہیں جو کئی قسم کی بیماریوں کا سبب بنتے ہیں۔ جن کا ذکر بالتفصیل چند آیات کے ترجمہ کے بعد کیا جائے گا۔

۱۔ تم حرام کئے گئے ہیں مردار، خون، خنزیر کا گوشت، جس جانور پر (ذبح کے وقت) اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا گیا ہو۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر (جس کا کھانا) حرام کیا ہے وہ صرف مردار (بہا ہوا) خون، خنزیر کا گوشت اور وہ جانور ہے جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔

۳۔ آپ فرمایئے میں نہیں پاتا اس (کتاب) میں جو وحی کی گئی ہے میری طرف، کوئی چیز حرام، کھانے والے پر، جو وہ کھاتا ہے اسے مگر یہ کہ مردار ہو، یا (رگوں کا) بہتا ہوا خون یا خنزیر کا گوشت کیونکہ وہ سخت گندہ ہے، یا جو نافرمانی کا باعث ہو یعنی وہ جانور جس پر ذبح کے وقت بلند کیا جائے غیر خدا کا نام۔

۴۔ اے ایمان والو! یہ شراب اور جوا اور بت اور جوئے کے تیر سب ناپاک ہیں۔ شیطان کی کارستانیاں ہیں، سو بچو ان سے تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔ یہی تو چاہتا ہے شیطان کہ ڈال دے تمہیں درمیان عداوت اور بغض شراب اور جوئے کے ذریعہ اور روک سے تمہیں یاد الٰہی سے اور نماز سے، تو کیا تم باز آنے والے ہو۔

اسلام جو اشیاء حرام ہیں اس کے جہاں پر بے شمار روحانی نقصانات ہیں، وہاں پر جسمانی بیماریاں بھی کچھ کم نہیں۔ اس تحریر میں شرعی احکامات کے ساتھ ساتھ سائنسی تحقیق کو بھی ممکنہ حد تک پیش کیا جائے گا تاکہ یہ حقیقت پتہ چلے کہ اسلام میں یہ اشیاء کیوں ممنوع ہیں کیونکہ انسان جو اشیاء کھاتا ہے یا پیتا ہے اس میں پائی جانے والی تمام خصوصیات انسان میں منتقل ہو جاتی ہیں جو ظاہر ہوئے بغیر نہیں رہتی۔

دنیا کا ماہر غذائیات کا مقولہ ہے کہ a man is what he eats (انسان وہی ہوتا ہے جو وہ کھاتا ہے)۔ حرام اشیاء میں سے جانوروں کا ذکر پہلے ہوگا اور جانور میں زیادہ حرمت خنزیر میں پائی جاتی ہے لہٰذا اس کو پہلے بیان کیا جائے گا۔

خنزیر:

سائنس دانوں کے مطابق خنزیر ایک ایسا جانور ہے جس کی نشوونما کے لئے کسی خاص خوراک کی ضرورت نہیں ہوتی یہ کسی بھی مری ہوئی یا گلی سڑی چیزوں یہاں تک کہ اپنے فضلے پر بھی زندہ رہ سکتا ہے۔ اس کی جنسی عادات بھی دوسرے جانور سے بالکل مختلف ہوتی ہیں اور جنسی عمل کے لئے کوئی خاص وقت نہیں۔ مادہ خنزیر جب بھی عمل تولید کرنا چاہے تو کسی چیز کی پرواہ کئے بغیر کسی خنزیر سے بھی عمل کر لیتی ہے اس کے علاوہ بہت سے نر ایک مادہ کے ساتھ ایک ہی وقت میں عمل تولید کرتے ہیں، اس کی یہ خاصیت اس کے اندر نسل در نسل منتقل ہوتی رہتی ہے۔ خنزیر ایسا جانور ہے جس کے گوشت کے علاوہ کھال، بال اور ہڈیاں تک حرام ہیں جبکہ بقیہ حرام جانوروں کی کھال کو (سورج کی شعاعوں کے ذریعے، مٹی کے ذریعے، کیمیکل کے ذریعے) پاک کر کے کے استعمال میں لایا جا سکتا ہے۔ علاوہ ازیں مردہ جانور کی ہڈی پاک ہوتی ہے اگر اس پر چربی وغیرہ نہ ہو۔ خنزیر کے گوشت سے پیدا ہونے والے نقصانات کی وضاحت سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ جانوروں میں پائی جانے والی چربی دو طرح کی ہوتی ہے۔

۱۔saturated (سخت)

۲۔Un-saturated (نرم)

saturated چربی کو پگھلانے کے لئے زیادہ درجہ حرارت کی ضرورت ہوتی ہے جبکہ Un-saturated چربی کو پگھلانے کے لئے کم درجہ حرارت کی ضرورت ہوتی ہے۔ گوشت کی چربی میں موجود آئیوڈین کی مقدار یہ متعین کرتی ہے کہ وہ saturated ہے یا Un-saturated۔

مختلف قسم کے گوشت میں آئیوڈین کی مقدار:

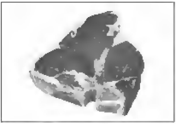

۱۔ خنزیر کے گوشت میں آئیوڈین کی مقدار 65 پوائنٹ ہے

۲۔ گائے کے گوشت میں آئیوڈین کی مقدار 45 پوائنٹ ہے

۳۔ بھیڑ بکری کے گوشت میں آئیوڈین کی مقدار 32 پوائنٹ ہے۔

۴۔ مرغی کے گوشت میں آئیوڈین کی مقدار 18.09 پوائنٹ ہے۔

چربی معدہ میں موجود ظاہر Lipase کے ذریعے ہضم ہوتی ہے۔ ہمارے انہضام میں موجود ظاہر Lipase (saturated) چربی کو ہضم کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ جانور گھاس کھاتے ہیں ان کی چربی Un-saturated ہوتی ہے اس لئے گھاس کھانے والے جونوروں کی چربی Lipase کے ذریعے جلد ہضم ہوتی ہے جو جسم میں مختلف حصوں میں جمع ہوجاتی ہے اور وقت ضرورت اسے دوبارہ استعمال کیا جاسکتا ہے۔

Un-saturated Fat

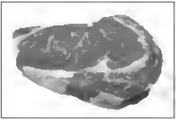

لیکن جو جانور گوشت کھاتے ہیں ان کی چربی ہضم نہ ہونے کی وجہ سے جسم میں جوں کی توں رہتی ہے اور جسم میں مختلف حصوں پر جمع ہو جاتی ہے جن میں جلد، گوشت، دل، گردے اور جگر شامل ہے، چونکہ خنزیر، کتے، بلی، چوہے، وغیرہ کی چربی Saturated ہوتی ہے اس لئے ہضم نہیں ہوتی اور مختلف بیماریوں کا باعث بنتی ہے۔

Saturated fat

انسانی جسم میں نشوونما کے دوران ہمارا جسم مختلف قسم کے ہارمونز پیدا کرتا ہے جو اپنے خاص مقامات پر پہنچ کر جسم کی نشوونما میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ ہارمونز اس وقت اپنا کام سرانجام دیتے ہیں جب یہ اپنے Receptor سے ملتے ہیں جو ایڈی پوز ٹشو (زیر جلد چربی) میں موجود ہوتے ہیں۔ اگر خنزیر کی چربی ان ریسپٹر پر اکٹھی ہوجائے تو ہارمونز اپنے ریسپٹر تک نہیں پہنچ سکتے اور یہ ہارمونز دوران خون میں شامل ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے نظام دوران خون میں ان ہارمونز کی مقدار بڑھ جاتی ہے۔ نظام دوران خون میں ہارمونز کی یہ زیادتی بے شمار سنگین کو جنم دیتی ہے جس میں چند مثالیں یہ ہیں۔

A۔ ہمارے جسم میں موجود انسولین ہارمون اگر اپنے ریسٹر تک نہ پہنچے تو یہ ہماری خوراک میں موجود شوگر کو ہضم نہیں کرسکتا، جس کی وجہ سے ہماری خوراک میں موجود شوگر پیشاب کے ذریعے ہمارے جسم سے خارج ہونا شروع ہو جاتی ہے اور انسان کو ذیابیطس (II type) ہوجاتی ہے۔

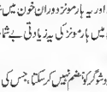

Diabetes II

B۔ اگر ہمارے جسم میں پیدا ہونے والا ہارمون Thyroxin اگر اپنے مقام تک نہ پہنچ سکے تو انسان کو مختلف بیماریاں لگ جاتی ہیں جن میں گلہڑ بننا اور بچوں کے دماغی امراض شامل ہیں۔

Goiter

C۔ اگر ہارمونز ٹیسٹوسٹیران (نر کی نشوونما کرنے والا ہارمون) ہوا اور اپنے مقام پر نہ پہنچے تو اس کی مقدار نظام دوران بڑھ جاتی ہے۔ جس سے انسان میں مختلف قسم کی شہوانی بیماریاں پیدا ہوجاتی ہیں اور انسان ہر وقت شہوت کے جذبات اور خیالات میں رہتا ہے جو معاشرے میں اخلاقی بے راہ روی کا باعث بنتے ہیں۔

testosterone

اس کا مشاہداتی ثبوت یہ ہے کہ جن ممالک میں خنزیر کا گوشت کھایا جاتا ہے وہاں پر عریانی و فحاشی بہت عام پائی جاتی ہے۔ نہ صرف نر بلکہ مادہ خنزیر کی فحش خصوصیات بھی اس معاشرے کی عورتوں میں بکثرت پائی جاتی ہیں جہاں خنزیر کے گوشت کا استعمال ہوتا ہے۔

خنزیر کا گوشت کھانے کی وجہ سے جو بیماریاں جنم لیتی ہیں وہ درج ذیل ہیں

۱۔ ایسکیرئیسس (Ascariasis)

یہ بیماری ایک طفیلیے Ascaris سے ہوتی ہے۔ یہ چپٹے کیڑے خنزیر کے پیٹ میں موجود ہوتے ہیں جن کے انڈے فضلے کے ذریعے جسم سے خارج ہو جاتے ہیں۔

یہ فضلہ جب خنزیر کھاتا ہے تو کچھ انڈے فضلے کے ذریعے دوبارہ خارج ہو جاتے ہیں اور کچھ انڈے معدہ سے جگر پر چلے جاتے ہیں جہاں سے وہ ایک حالت سے دوسری حالت (L1 سے L2) میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ یہاں سے یہ انڈے پھیپھڑوں میں چلے جاتے ہیں جہاں سے یہ L2 سے L3 میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ یہ انڈے کھانسی کے ذریعے حلق میں آتے ہیں جن کو خنزیر دوبارہ نگل لیتا ہے۔ یہ انڈے جسم میں مختلف حصوں (انتڑیوں اور گوشت) میں قیام پذیر ہو جاتے ہیں۔ جب یہ گوشت انسان کھاتا ہے تو اس کا معدہ ان انڈوں کے خول کو توڑ دیتا ہے جن میں موجود کیڑے باہر آ جاتے ہیں جو انسان کے خون سے خوراک حاصل کرنے کے بعد مختلف بیماریاں پھیلانے کے قابل ہو جاتے ہیں۔

ان بیماریوں میں قابل ذکر معدہ، جگر، پھیپھڑے اور انتڑیوں کی شوزش شامل ہے۔ اگر دنیا کے تمام ممالک کا جائزہ لیا جائے تو یہ بیماریاں ان ممالک میں کثرت سے پائی جاتی ہیں جہاں خنزیر کا گوشت کھایا جاتا ہے۔

2-بوچولزم (Botulism):

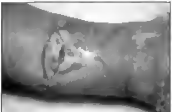

اعصاب کو تباہ کرنے والی یہ بیماری ایک زہر Botulin کے ذریعے ہوتی ہے جو ایک بیکٹیریا Clostridium botulinum بناتا ہے۔

یہ زہر دنیا کے طاقتور زہر میں شامل ہوتا ہے اور اس زہر کی تھوڑی سی مقدار بھی اگر انسان نگل لے تو یہ فوری طور پر انسان کے اعصاب کو مفلوج کر دیتی ہے جس سے عضلات اور پھیپڑوں کا نظام تباہ ہو جاتا ہے۔

یہ بیماری تین طرح سے پھیلتی ہے۔

A۔ خنزیر کا گوشت کھانے سے

B۔ ایسی جگہ گر کر چوٹ لگنے سے جہاں خنزیر کا فضلہ پڑا ہو C۔ اس بیکٹیریا کے دانے (spore) نگلنے سے۔

اس بیماری کے پھیلاؤ کی سب سے بڑی وجہ گندی خوراک ہے اور خنزیر کی خوراک ایسی خوراک میں شامل ہے جس میں یہ بیکٹیریا تیزی سے نشوونما پاتا ہے۔

3۔ بروسیلوسز (Brucellosis)

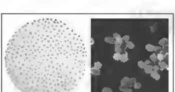

اس بیماری کا دوسرا نام مالٹا بخار ہے جو ایک بیکٹیریا بروسیلا کی وجہ سے ہوتا ہے۔ یہ بیماری بنیادی طور پر خنزیر میں پائی جاتی ہے جہاں سے یہ انسان میں منتقل ہو جاتی ہے۔ یہ بیماری پوری دنیا میں پائی جاتی ہے لیکن اس کا زیادہ تر شکار وہ ترقی یافتہ ممالک ہیں جہاں خنزیر کا گوشت کھایا جاتا ہے۔ اس بیماری کے جراثیم متاثرہ جانور کی ہر طرح کی رطوبات میں پائے جاتے ہیں جن میں دودھ، خون، تھوک اور پیشاب شامل ہے۔ یہ بیماری متاثرہ جانوروں کو (چاہے وہ زندہ ہو یا مردہ) ہاتھ لگانے سے بھی ہو جاتی ہے۔ اس بیماری کا زیادہ حملہ حاملہ عورتوں پر ہوتا ہے جن سے ان کے حمل ضائع ہو جاتے ہیں۔

4۔ انتھراکس (Anthrax)

یہ چھوت کی بیماری ہے جو جانوروں سے انسانوں میں منتقل ہوتی ہے۔ یہ بیماری ایک بیکٹیریا بیسلس انتھریس کی وجہ سے پھیلتی ہے جو بہت خطرناک بیکٹیریا ہے۔

انتھریکس کا بیکٹیریا ان چند بیکٹیریا میں سے ایک ہے جو نامناسب حالات میں کافی عرصہ تک زندہ رہ سکتے ہیں۔ جب ان بیکٹیریا کو نامناسب حالات ملتے ہیں تو یہ اپنے گرد ایک خول بنا لیتے ہیں جو ان کو نامناسب حالات میں زندہ رکھتا ہے۔ ان بیکٹیریا کو جونہی مناسب حالات ملتے ہیں تو یہ دوبارہ اپنی اصلی حالت

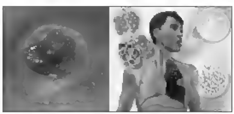

میں آجاتے ہیں۔ یہ بیکٹیریا جانوروں کے نظام تنفس کے ذریعے یا ان کے کھانے کے ذریعے جسم میں داخل ہو جاتے ہیں اور اپنی تعداد بڑھانے کے بعد بیماری پھیلانے کی حالت میں آجاتے ہیں اور انسانی پھیپھڑوں، جلد اور نظام انہضام کی بیماریوں کا باعث بنتے ہیں۔

یہ بیکٹیریا متاثرہ جانور کے گوشت، کھال کے نیچے اور اون کے اندر موجود ہوتے ہیں۔ خنزیر کی جلد میں یہ جراثیم صدیوں تک موجود رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں اس کی کھال کے استعمال کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ دیگر جانوروں کی کھال کو پاک کیا جا سکتا ہے جبکہ خنزیر کی کھال کو پاک کرنا ممکن نہیں۔

5 کرپٹوسپوری ڈیوسس (Cryptosporidiosis)

یہ بیماری ایک طفیلیے کرپٹوسپورڈیم کے ذریعے انسان کی انتڑیوں پر حملہ کرتی ہے۔

خنزیر کا اپنا فضلہ خود ہی کھانے کی عادات اس بیماری کے پھیلاؤ کا سبب بنتی ہے۔ یہ بیماری متاثرہ جانور کے فضلے پر پانی بہانے کی وجہ سے جلد پھیلتی ہے۔

یہ بیماری لوگوں میں پیچش کا باعث بنتی ہے۔ جس کی وجہ سے انسان کا مدافعتی نظام کمزور ہو جاتا ہے اور جن لوگوں کا مدافعتی نظام پہلے ہی کمزور ہو ان کے لئے موت کا باعث بنتی ہے۔ یہ بیماری ان کارکنان میں زیادہ پائی جاتی ہے جو خنزیر کے بارے میں کام کرتے ہیں۔

6۔ انفلوئنزا (influenza)

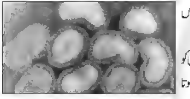

یہ بیماری ایک وائرس سے پھیلتی ہے جس کی وجہ سے بخار، گلے کی سوزش، پٹھوں کا درد، سخت سردرد اور کمزوری ہو جاتی ہے۔

اگر بیماری کا حملہ شدید ہو تو نمونیا بھی ہو جاتا ہے جو موت کا باعث بنتا ہے۔ اس بیماری کو عرف عام میں سردی کا بخار بھی کہا جاتا ہے حالانکہ سردی کا بخار کسی اور وائرس سے ہوتا ہے جبکہ یہ بیماری کسی اور وائرس سے ہوتی ہے۔

اس بیماری کے جراثیم جانوروں کی کھانسی، چھینکوں اور فضلے میں موجود ہوتے ہیں۔ اگر متاثرہ جانور کے فضلے سے پرندے خوراک حاصل کر رہے ہوں تو وہ پرندے بیمار ہو کر اس بیماری کے پھیلاؤ کا باعث بنتے ہیں۔

7۔ لپٹوسپائروسز (leptospirosis)

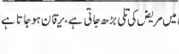

یہ بیماری ایک بیکٹیریا لیپٹوسپائرز کی وجہ سے ہوتی ہے جو جانوروں سے انسانوں میں منتقل ہو جاتا ہے۔

اس بیماریوں کو عام طور پر سات روزہ بخار بھی کہا جاتا ہے۔ یہ بیماری انسان میں اس وقت منتقل ہوتی ہے جب انسان وہ پانی پی لے جس میں خنزیر کا فضلہ ملا ہوا ہو۔ اس بیماری میں مریض کی تلی بڑھ جاتی ہے، یرقان ہو جاتا ہے اور گردے خراب ہو جاتے ہیں۔

یہ بیماری دنیا میں جانوروں کی وجہ سے پھیلنے والی بیماریوں میں سرفہرست ہے۔ یہ بیکٹیریا خنزیر کے جسم میں داخل ہونے کے بعد دو سے بیس دن تک قیام پذیر رہتا ہے۔ اس عرصے کے دوران اگر اس کا گوشت کھا لیا جائے تو یہ بیماری انسان میں منتقل ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے انسان کو سخت بخار، سردرد، پٹھوں کا درد، قے، یرقان، آنکھوں کی سوزش، پیٹ درد، اور پیچش لگ جاتے ہیں۔

8۔ پاسچوریلوسز (Pasteurellosis)

یہ بیماری ایک بیکٹیریا پاسچوریلا کی وجہ سے ہوتی ہے جو خنزیر کے جسم میں موجود ہوتا ہے۔

خنزیر کے کاٹنے کی وجہ سے یہ بیکٹیریا انسان میں منتقل ہو جاتا ہے اور بیماری پھیلانے کا باعث بنتا ہے۔ اس بیماری میں انسان کا جسم پھول جاتا ہے جسم کے مختلف حصوں پر زخم بننا شروع ہو جاتے ہیں اور ان میں خونی پیپ بن جاتی ہے۔ اس بیماری سے انسان کے جوڑ بھی متاثر ہوتے ہیں جس سے جوڑوں کی سوزش اور گینٹھیا ہو جاتا ہے۔

9۔ پگ بیل (pigbel)

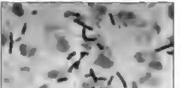

یہ بیماری ایک بیکٹیریا کلاس ٹریڈیم پرفرنجن ٹائپ c سے ہوتی ہے جو خنزیر کے فضلہ کھانے کی عادت کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔

خاص طور خنزیر کے گوشت سے یہ بیماری انسان میں منتقل ہو جاتی ہے اس لئے اس بیماری کا نام پگ بیل ہے۔ یہ بیماری زیادہ تر ترقی یافتہ ممالک میں پائی جاتی ہے۔ جرمن زبان میں اس بیماری کو (Darmbrand) ڈارم برانڈ کہتے ہیں۔ اس بیماری کی علامات میں وقتی پیچش سے لے کر موت تک شامل ہے اس بیماری میں پیٹ درد، پیچش اور انتڑیوں میں سوراخ شامل ہیں جو موت کا سبب بنتے ہیں۔

10۔ ریبیز (rabies)

یہ موذی بیماری ایک وائرس کی وجہ سے ہوتی ہے جو ایک خنزیر سے دوسرے خنزیر میں تیزی سے منتقل ہوتی ہے۔ متاثر خنزیر اگر انسان کو کاٹے یا انسان اس کا گوشت کھائے تو یہ بیماری انسان میں منتقل ہو جاتی ہے۔ اس بیماری کی وجہ سے دماغ کی سوزش ہو جاتی ہے جس سے انسان کا اعصابی نظام بری طرح متاثر ہوتا ہے اور موت واقع ہو جاتی ہے۔

اس بیماری کی چیدہ چیدہ علامات میں جبڑوں کا کھنچاؤ، پٹھوں کا اکڑاؤ، رال کا بہنا، آدھے سر کا فالج ہونا اور موت شامل ہے۔ اس بیماری سے زیادہ اموات افریقہ، ایشیا اور ساؤتھ امریکہ میں ہوتی ہیں۔ چونکہ ان ممالک میں خنزیر کا گوشت بکثرت استعمال کیا جاتا ہے۔

11۔ سالمونیلوسز (salmonellosis)

یہ متعدی بیماری ایک بیکٹیریا سالمونیلا سے ہوتی ہے جو خنزیر کے فضلہ میں بکثرت موجود ہوتا ہے۔

خنزیر کے فضلہ کھانے کی عادات سے اس میں یہ بیماری زیادہ تر پائی جاتی ہے۔ اس بیماری کے جراثیم متاثرہ خنزیر کے ہر حصے میں موجود ہوتے ہیں جن سے بچاؤ ناممکن ہے۔ اس بیماری کی علامات میں پیچش، بخار، متلی اور پیٹ کا سخت درد شامل ہے۔ یہ علامات خنزیر کا گوشت کھانے کے بعد چھ سے بہتر گھنٹے کے بعد ظاہر ہوتی ہیں اور اس بیماری کا دورانیہ عموماً تین سے سات روز تک ہوتا ہے۔ اس بیماری کے زیادہ تر مریض بغیر کسی دوائی کے ٹھیک ہو جاتے ہیں لیکن بعض اوقات بیماری کا حملہ شدت اختیار کر جاتا ہے اور پیچش کی وجہ سے مریض میں پانی کی قلت ہو جاتی ہے جو اس کی موت کا باعث بن سکتی ہے۔

12۔ سارکوسپوریڈیوسز (sarcosporidiosis)

یہ بیماری ایک طفیلیے سارکوسسٹس سے ہوتی ہے جو بنیادی طور پر خنزیر کے اندر موجود ہوتا ہے۔

یہ بیماری متاثرہ خنزیر کا کچا یا کم پکا ہوا گوشت کھانے کی وجہ سے ہوتی ہے۔ یہ طفیلیہ پیٹ میں آنے کے بعد انڈے دیتا ہے جو فضلے کے ذریعے جسم سے باہر خارج ہو جاتے ہیں۔ جب یہ فضلہ خنزیر دوبارہ کھاتا ہے تو انڈے اس کے پیٹ میں جانے کے بعد دوبارہ طفیلیے بن جاتے ہیں اور بیماری پھیلانے کی حالت میں آ جاتے ہیں۔ متاثرہ خنزیر کا گوشت کھانے کے بعد یہ طفیلیے انسان کی انتڑیوں سے ہوتے ہوئے خون کی نالیوں میں چلے جاتے ہیں اور دل میں قیام پذیر ہو کر دل کی بیماریوں کا باعث بنتے ہیں۔

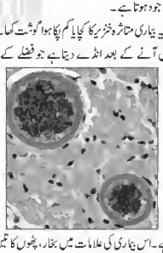

یہ بیماری یوں تو پوری دنیا میں پائی جاتی ہے لیکن امریکہ میں خنزیر کے گوشت کے زیادہ استعمال کی وجہ سے دل کی بیماریوں میں 60% بیماریاں اسی طفیلیے کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اس بیماری کی علامات میں بخار، پٹھوں کا تین سینٹی میٹر تک سوج جانا اور پیچش کی وجہ سے پانی کی کمی شامل ہے۔ اس بیماری کا کوئی خاص علاج نہیں ہے اور دنیا کے تمام ڈاکٹر اس بات پر متفق ہیں کہ اس بیماری سے بچاؤ کا واحد حل خنزیر کا گوشت نہ کھانا ہے۔

13۔ سکیبیز (scabise)

اس بیماری کا نام لاطینی لفظ سے لیا گیا ہے جس کا مطلب چھیلا ہوا (scabise) ہوتا ہے یہ بیماری ایک کیڑے کی وجہ سے ہوتی ہے جس کا نام Sarcoptes scabiei ہے جو خنزیر کے جسم کے اوپر کثرت سے پایا جاتا ہے۔

یہ کیڑا خنزیر کی کھال میں انڈے دیتا ہے جس سے تین سے دس دن تک بچے نکل آتے ہیں جو بیماری پھیلانے کا سبب بنتے ہیں، جوان کیڑا تین سے چار ہفتے تک متاثرہ خنزیر کی جلد میں موجود رہتا ہے۔ خنزیر کی کھال کو ہاتھ لگانے سے یہ کیڑا انسانی جلد میں منتقل ہو جاتا ہے جہاں یہ انڈے دیتا ہے اور بیماری کا باعث بنتا ہے۔

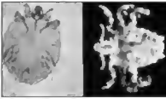

متاثرہ شخص سے یہ بیماری پورے گھر میں بڑی تیزی سے پھیل جاتی ہے۔ اس کے علاوہ مریض کے بستر، کپڑے اور تولئے کے استعمال سے بھی یہ بیماری پھیل سکتی ہے۔ اس بیماری میں انسان کی جلد پر سخت خارش اور زخم بننا شروع ہو جاتے ہیں اور متاثرہ جگہ سے بال جھڑ جاتے ہیں

14۔ سوائن ویسکیولر ڈیزیز (Swine vesicular disease)

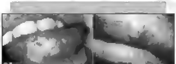

یہ بیماری ایک وائرس Enterovirus (انٹرو وائرس) سے ہوتی ہے۔

یہ بیماری متاثرہ خنزیر کا گوشت کھانے یا اس کو ہاتھ لگانے سے ہو جاتی ہے۔ یہ بیماری اٹلی، ہانگ کانگ اور بہت سے یورپین ممالک میں بکثرت پائی جاتی ہے۔ اس بیماری کی علامات میں بخار، منہ کے چھالے اور السر شامل ہیں۔

15۔ ٹرائیکینوسس (Trachinosis)

یہ بیماری ایک طفیلیے Trichinella spiralis (ٹرائیک نیلا سپائرلس) کی وجہ سے ہوتی ہے۔ جو خنزیر کے گوشت میں پایا جاتا ہے، چونکہ یہ طفیلیہ خنزیر کے گوشت اور اس کے گوشت سے بننے والی اشیاء میں بکثرت پایا جاتا ہے اس لئے اس کا دوسرا نام خنزیر طفیلیہ بھی ہے۔

یہ طفیلیہ خنزیر کی انتڑیوں میں موجود ہوتا ہے جہاں اس کے بچے پیدا ہوتے ہیں جو انتڑیاں میں سوراخ کر کے گوشت میں چلے جاتے ہیں، گوشت میں داخل ہونے کے بعد یہ طفیلیے اپنے گرد ایک خول بنا لیتے ہیں جو ان کی حفاظت کرتا ہے۔ اس لئے اگر خنزیر کا گوشت پکا بھی لیا جائے تو یہ طفیلیے اس میں زندہ رہتے ہیں جس کو کھانے کے بعد انسان میں مختلف بیماریاں پیدا ہوتی ہو جاتی ہیں۔

اس بیماری کی علامات متاثرہ جانور کا گوشت کھانے سے ایک سے دو دن بعد ظاہر ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ اس بیماری میں متلی، سینے کی جلن، سانس کا رکنا، پیچش، سر درد، بخار، کھانسی، آنکھوں کی سوزش، جوڑوں کا درد اور خارش شامل ہے۔ اگر یہ طفیلیہ دماغ تک پہنچ جائے تو موت واقع ہو جاتی ہے۔

16۔ سسٹی سرکوسس (cysticercoosis)

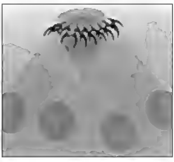

یہ بیماری ایک طفیلیے taeniasolisum سے ہوتی ہے جو خنزیر کا گوشت کھانے سے انسان میں منتقل ہو جاتا ہے۔ یہ طفیلیہ زیادہ تر ایشیاء، افریقہ، فلپائن، امریکہ اور یورپ میں پایا جاتا ہے۔ مسلم ممالک میں یہ طفیلیہ نہ ہونے کے برابر ہے، کیونکہ ان ممالک میں خنزیر کے گوشت کی ممانعت ہے۔ اس طفیلیے کے سر پر خون چوسنے کے لئے چار ڈنگ ہوتے ہیں جن کے ذریعے یہ خون چوستا ہے۔

یہ طفیلیہ خنزیر کی انتڑیوں میں انڈے دیتا ہے جو فضلے کے ذریعے خارج ہوجاتے ہیں۔ خنزیر کے دوبارہ فضلہ کھانے کی وجہ سے یہ انڈے دوبارہ خنزیر کی انتڑیوں میں آتے ہیں اور جوان کیڑے کی شکل اختیار کر لیتے ہیں جو خون کے ذریعے گوشت تک پہنچ جاتے ہیں۔ متاثرہ خنزیر کا گوشت کھانے سے یہ طفیلیہ انسان میں منتقل ہوجاتا ہے جس سے متلی شروع ہوجاتی ہے۔

یہ طفیلیہ اگر خون کے ذریعے دماغ تک پہنچ جائے تو بہت سی اعصابی بیماریاں شروع ہوجاتی ہیں جو موت کا باعث بنتی ہیں۔ اگر یہ طفیلیہ انسان کے گوشت میں شامل ہوجائے تو یہ اس جگہ کی سوزش کا باعث بنتا ہے۔ اگر یہ طفیلیہ آنکھ میں چلا جائے تو بصارت کمزور ہوجاتی ہے۔ اگر یہ دل پہ چلا جائے تو دل کی دھڑکن میں توازن نہیں رہتا جو بعد میں ہارٹ اٹیک کا باعث بنتا ہے۔

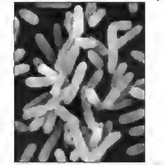

17۔ یرسانکا سوڈو ٹیوبرکلوسس (yersinia pseudotuberculosis)

یہ بیماری ایک بیکٹیریا کی وجہ سے ہوتی ہے جو صرف خنزیر میں یہ بیماری پھیلاتا ہے متاثر خنزیر کا گوشت کھانے سے یہ بیماری انسان میں منتقل ہوجاتی ہے۔

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کہ یہ بیماری تپ دق جیسے علامات ظاہر کرتی ہے جن میں عضو کا جل جانا، پتے اور جگر کا کینسر شامل ہے۔

یہ بیکٹیریا بعض اوقات انسان میں اپینڈیکس کا باعث بھی بنتا ہے لیکن بچوں اور جوانوں میں جلدی بیماریوں، جوڑوں کا اکڑاؤ اور زہرباد (خون میں بیکٹیریا کا شامل ہونا) کا باعث بنتا ہے یہ علامات متاثر خنزیر کا گوشت کھانے کے بعد پانچ سے دس دن تک ظاہر ہوجاتی ہیں جس سے انسان کا مدافعتی نظام تباہ و برباد ہوجاتا ہے اور دوسری بیماریوں کے حملے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔

غیر ذبح گوشت کے کھانے سے اسلام کیوں روکتا ہے؟

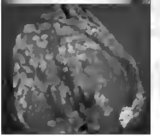

مردہ جانور کے جسم میں خون جوں کا توں موجود رہتا ہے جو مکمل طور پر باہر نہیں نکلتا ماسوائے ذبح کیے ہوئے جانور کے۔ جانور کے خون کے اندر مختلف قسم کے مضر صحت باقیات موجود رہتے ہیں (قابل غور: انسانی جسم میں دو طرح کا خون ہوتا ہے ایک صاف خون اور ایک گندہ خون۔ ایک شریان میں ہوتا ہے اور ایک ورید میں۔ صاف کو شریان کے ذریعے دل سے ہوتا ہوا جسم کے دوسرے حصوں میں جاتا ہے اور جسم کے ہر حصے میں خوراک اور آکسیجن پہنچاتا ہے جہاں سے وہ کاربن ڈائی آکسائڈ اور دیگر مضر صحت چیزیں دل تک پہنچاتا ہے تاکہ انہیں جسم سے خارج کیا جاسکے) جو ایک مردہ جانور کے گوشت کو بڑی تیزی سے خراب کردیتے ہیں ان مضر صحت باقیات carbon di oxide .uricacaid ,keratin

اور اس کے علاوہ خون کے اندر بے شمار زہریلے مادے بھی ہوتے ہیں جنہیں وہ انتڑیوں اور جگر سے اپنے اندر شامل کرلیتا ہے۔ جب ایک جانور مرتا ہے تو اس کے جسم کو تازہ خون کی اشد ضرورت ہوتی ہے جو استعمال ہونے کے بعد زہریلے مادے پیدا کرتا ہے جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ اس طریقے سے جسم میں زہریلے مادوں کی مقدار دگنی ہوجاتی ہے جو از خود جانور کی موت کا باعث بن جاتے ہیں۔ مزید برآں وہ اس جسم کو تباہ کرنا شروع کردیتا ہے۔ میڈیکل کی رو سے گندا خون بیکٹیریا کی نشوونما میں اہم کردار ادا کرتا ہے اس لیے مردہ جانور کے جسم میں بیکٹیریا بہت تیزی سے نشوونما پاتا ہے اور گوشت کو خراب کرنا شروع کردیتا ہے جو انسان کے لیے مضر صحت بن جاتا ہے۔ اس وجہ سے مرے ہوئے جانور کو کھانا حرام قرار دیا گیا ہے۔

خون پینا یا خون سے بنی چیزیں کھانا

کچھ لوگ جانوروں کا خون پیتے ہیں جس کو اسلام میں حرام قرار دیا گیا ہے، تو میڈیکل کی رو سے خون ایک ناقابل ہضم چیز ہے۔ خون میں قابل ہضم پروٹین جس میں (Albumins, Globulins and Fibrogens) کم مقدار میں پائی جاتی ہیں۔ (۸ گرام ۱۰۰ ایم ایل) اور خون میں چربی کی بھی اتنی ہی مقدار پائی جاتی ہے جبکہ خون کے اندر زیادہ مقدار (Haemoglobin) کی ہوتی ہے جو کہ ناقابل ہضم

پروٹین ہے جو ہمارا معدہ ہضم نہیں کر پاتا، اس کے علاوہ اگر خون جم جائے تو وہ اور سخت ہو جاتا ہے جب خون اس حالت میں پیا جائے تو یہ ناقابل ہضم چیز بن جاتی ہے۔ دنیا کے سب میڈیکل ڈاکٹر اس چیز پر متفق ہیں کہ خون کھانے کے ہرگز قابل نہیں ہے۔

اسلامی طریقے سے ذبح کرنے کی ضروری شرائط:

اسلام میں ذبح کیا ہوا جانور ہی کیوں حلال ہے؟ اس چیز کو جاننے کے لئے سب سے پہلے اسلامی طریقہ ذبح کا جائزہ پیش کیا جائے گا۔

اسلامی طریقے سے ذبح کرنے کے لئے چند ضروری شرائط:

۱۔ ذبح اسلام کے اندر جانور کو مارنے کا ایک خاص طریقہ ہے جس کے لئے لازمی شرط تیز آلہ۔ ذبح ذریعے گردن پر موجود (Jugular) ورید اور (Carotid) شریان کو کاٹنا ہے، لیکن کاٹنے کے اس عمل کے دوران حرام مغز سلامت رہنا چاہئے۔ اس عمل کا مقصد جانور کے جسم میں موجود خون کو اچھے طریقے سے باہر نکالنا ہے جس کی وجہ سے اس کا گوشت حفظان صحت کے اصولوں کے مطابق ہو جاتا ہے اور جانور کو کم سے کم تکلیف ہوتی ہے۔

اسلامی طریقہ ذبح سے بہتر کوئی طریقہ نہیں کیونکہ حلال کا مطلب ہے پاک ہونا جس کے لئے جسم سے خون کا نکلنا ضروری شرط ہے (کیونکہ اسلام میں خون کو ناپاک قرار دیا گیا ہے) ورنہ خون میں موجود بیکٹیریا اور کیمیائی اجزا، گوشت کو خراب کر دیتے ہیں جو ناقابل استعمال ہو جاتا ہے۔

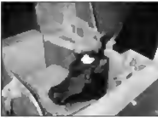

۲۔ جانور کا صحت مند ہونا

۳۔ ذبح کا عمل ایک عاقل اور بالغ آدمی کرے

۴۔ آلہ ذبح کو جانور کے سامنے تیز نہ کرنا

۵۔ ایک جانور کے سامنے دوسرے جانور کو ذبح نہ کرنا

۶۔ ذبح کرنے سے پہلے جانور کو پانی اور خوراک دینا

۷۔ ذبح کرنے کا عمل جانور کا قبلہ رخ لٹا کر تکبیر پڑھتے ہوئے کرنا (جس کا مطلب یہ کہ ہر چیز پر اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور ہر عمل بھی اللہ تعالیٰ کے لئے ہونا چاہئے جس کے لئے اللہ تعالیٰ سے اجر کی بھی امید کی جاتی ہے۔ اس کے لئے تکبیر بظاہر اسی چیز کا اظہار ہے۔)

گو کہ جانور کو کم تکلیف دینے کے نئے طریقے بھی ایجاد ہوئے ہیں جن سے جانور کا خون نہیں نکلتا اور وہ مر جاتا ہے لیکن گوشت صاف نہ ہونے کی وجہ سے مضر صحت رہتا ہے، جبکہ جدید تحقیق یہ ثابت کر رہی ہے کہ جانور کو اسلامی طریقہ سے ذبح کرنے سے ہی کم تکلیف ہوتی ہے۔ جانوروں کو مارنے کے مختلف طریقوں پر سائنس دانوں نے تجربات کئے تا کہ وہ یہ جان سکیں کہ کون سے طریقے سے جانور کو کم سے کم تکلیف پہنچاتے ہوئے اس کا گوشت قابل استعمال بنایا جائے۔ جرمن یونیورسٹی کے ایک پروفیسر (Willhelm schulze) ویلم شیولس نے مختلف جانوروں پر تجربات کے ذریعے ثابت کیا کہ صرف اسلامی طریقہ ذبح سے ہی جانور کو دیگر تمام طریقوں کی نسبت کم سے کم تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور اس جانور کا گوشت بھی مکمل طور پر قابل استعمال ہو جاتا ہے۔

ترقی یافتہ ممالک میں جانوروں کو مارنے کے لئے ان کے دماغ پر ہائی وولٹیج کرنٹ گزاری جاتی ہے جس سے جانور کی فوری موت واقع ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد اس جانور کو الٹا لٹکا کر اس کے دل میں چھری مار کر خون نکالنے کی کوشش کی جاتی ہے اور اس کا گوشت استعمال کیا جاتا ہے، لیکن سائنسی تحقیق سے پتہ چلا ہے کہ اس طریقے سے دماغ کی رگیں پھٹ جاتی ہیں اور دماغ فوت ہونے کی وجہ سے اس کے جسم سے پورے خون کا نکلنا ناممکن ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ بجلی کے جھٹکے کی وجہ سے جانور کے جسم میں موجود رگیں پھٹ جاتی ہیں اور جن میں موجود خون اور دیگر جراثیم گوشت میں پھیل کر اس گوشت کو ناقابل استعمال بنا دیتے ہیں۔ اس لئے اسلام میں ایسے گوشت کی ممانعت ہے۔ اسلام میں اہل کتاب کا ذبح کیا ہوا جانور جائز ہے مگر بہت سے مسلم سکالرز اہل کتاب کا ذبیحہ کھانے سے منع کرتے ہیں، کیونکہ موجودہ دور میں عیسائی بائبل میں بیان کردہ طریقے کی بجائے دیگر ماڈرن طریقوں سے ذبح کرتے ہیں، جس سے ان کا گوشت مضر صحت بن جاتا ہے۔ دنیا کے چند عیسائی ممالک جن میں ایتھوپیا اور اس کے ساتھ منسلک چند ممالک شامل ہیں وہاں ذبح کا وہی طریقہ استعمال ہوتا ہے جو بائبل میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ طریقہ ذبح کے طریقے سے مماثلت رکھتا ہے اس لئے ان ممالک کا گوشت کھانا جائز ہے۔ لیکن دیگر علماء اس کے خلاف ہیں کیونکہ وہ تکبیر (اللہ اکبر) نہیں پڑھتے۔ (سائنس نے ابھی اس راز سے پردہ نہیں اٹھایا کہ تکبیر کے کیا سائنٹیفک فوائد ہیں۔ سائنسی تحقیق ابھی ادھوری ہے اور دیگر حقائق کی طرح یہ حقیقت بھی ایک دن نکھر کر سامنے آئے گی کہ تکبیر نہ پڑھنے کے کیا نقصانات ہیں۔ مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارا ایمانی تقاضا یہی ہے کہ ایسا جانور جس پر ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا جائے اس کو نہ کھایا جائے) اسی طرح یہودی بھی

مسلمانوں کے ذبح کئے ہوئے جانور کو نہیں کھاتے کیونکہ اس کے طریقے کے مطابق جانور کو ایک یہودی کے ہاتھوں ذبح کیا جانا چاہیئے۔

شراب کے نقصانات اور ممانعت کی وجوہات

شراب نوشی دماغی نظام کو بری طرح متاثر کرتی ہے اور اس سے انسانی دماغ کے سوچنے، سمجھنے اور کام کرنے کی قوت ختم ہو جاتی ہے۔ انسان میں شرم وحیا ختم ہوجاتی ہے اور انسان کو اپنے اوپر کنٹرول بھی نہیں رہتا۔ شراب پینے والے شخص کو اپنی زبان پر قابو نہیں رہتا اور وہ غویات بکنا شروع کر دیتا ہے۔ سائنسی تحقیق سے یہ پتہ چلا ہے کہ شراب پینے کے بعد انسان کی یادداشت ۵۰ فیصد سے ۷۰ فیصد کم ہو جاتی ہے۔ شراب نوشی میں ذہنی پریشانی کی بیماری بھی شروع ہو جاتی ہے اور اس میں خودکشی کا رجحان بڑھ جاتا ہے۔ مزید برآں شراب نوش کی طبیعت میں رویے کے توازن کا فقدان ہو جاتا ہے اور غنودگی طاری رہتی ہے۔ شراب نوشی تھوڑی ہو یا زیادہ کسی بھی صورت میں انسانی صحت کے لئے ٹھیک نہیں۔ شراب نوشی جسم کے اہم حصوں کو تباہ کر دیتی ہے جس میں نظام دوران خون، جگر اور گردے شامل ہیں۔

آج سے دو سو سال قبل بھی لوگوں کا یہی خیال تھا کہ کثرت مے نوشی جگر کی بیماری کا باعث بنتی ہے۔ درحقیقت شراب نوشی جگر کے امراض اور اس کے ذریعے اموات کی بنیادی وجہ ہے، چونکہ جگر وہ جگہ ہے جہاں شراب سب سے پہلے پہنچتی ہے اور جگر اس کو ہضم کرنے کے لئے مختلف کیمیائی عملوں سے گزارتا ہے جس سے جگر میں توڑ پھوڑ شروع ہو جاتا ہے۔ مزید برآں شراب میں موجود دیگر اضافی کیمیکل بھی جگر کو خراب کرتے ہیں جس کی ایک مثال Acetaldhyde ہے جو جگر کے اندر فری ریڈیکل کو پیدا کرتی ہے (جس میں آکسیجن کی زیادہ مقدار ہوتی ہے جو جگر کے خلیات کی تباہی کا باعث بنتی ہے) انسان جو آکسیجن سانس کے ذریعے استعمال کرتا ہے اس کی مقدار ۱۹.۵ فیصد، نائٹروجن ۸۰ فیصد اور باقی گیسز ۲ فیصد ہوتی ہیں، جبکہ فری ریڈیکل میں آکسیجن کی کم از کم مقدار ۷۰ سے ۷۵ فیصد ہوتی ہے جو کہ جسم کے لئے ناقابل برداشت ہوتی ہے) شراب نوشی کی وجہ سے جگر کو چار طرح کے مرض لاحق ہوتے ہیں۔

۱۔ Fatty Liver

اس بیماری میں جگر کے خلیات میں چربی اکٹھی ہو جاتی ہے جس سے جگر کے خلیوں کے کام کرنے کی صلاحیت ماند پڑ جاتی ہے جو دوسری خطرناک بیماریوں کو جنم دیتی ہے۔ یہ بیماری کبھی کبھی شراب پینے سے بھی ہو سکتی ہے اور زیادہ شراب پینے سے بھی ہو جاتی ہے۔

۲۔ ہیپاٹائٹس

اس بیماری کے اندر جگر کی سوزش شامل ہے جس سے جگر اپنا کام بند کر دیتا ہے اس بیماری کے اندر انسان کو بخار، یرقان اور پیٹ درد ہوتی ہے یہ بیماری موت کا باعث بن سکتی ہے۔

۳۔ Alcoholic cirrhosis

اس بیماری میں انسان کا جگر بہت نازک ہو جاتا ہے اور آہستہ آہستہ ٹوٹنا شروع ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ متاثر جگر میں نظام دوران خون تباہ ہو جاتا ہے اس بیماری کی وجہ سے دماغ اور گردے بھی کام چھوڑ دیتے ہیں شراب پینے والے لوگوں میں یہ بیماری عام لوگوں کی نسبت ۱۵ فیصد سے ۳۰ فیصد زیادہ ہوتی ہے۔

۴۔ kidney failure

گردوں کا کام جسم کو صاف خون پہنچانا اور گندے مادے باہر نکالنا ہے۔ گردے جسم کے اندر جن چیزوں کی مقدار کو کنٹرول کرتے ہیں ان میں پانی، سوڈیم پوٹاشیم اور فاسفیٹ شامل ہے۔ شراب نوشی گردوں کے کام کرنے کی صلاحیت کو بری طرح متاثر کرتی ہے جو گردوں کی سوزش کا باعث بنتی ہے اور گردوں کے خلیات میں چربی پروٹین اور پانی اکٹھا ہونا شروع ہو جاتے ہیں جو گردے کے کام کرنے کی صلاحیت کو بہت کم کر دیتے ہیں شراب پینے سے ایک ہارمون Anti diurctic کی مقدار کم ہو جاتی ہے جس سے گردے پانی کو جسم میں رکھنے کے قابل نہیں رہتے اور پیشاب کے ذریعے جسم کا بہت سا پانی خارج ہو جاتا ہے۔ جس سے انسانی جسم میں پانی کی کمی سے موت کا خطرہ لاحق ہو جاتا ہے۔ حمل کے دوران شراب نوشی بالکل اسی طرح ہے جس طرح بچے کو شراب پلانا، کیونکہ شراب نوشی کے بعد شراب خون میں شامل ہو کر ماں کے پیٹ میں موجود بچے کی نشوونما پر بہت بری طرح اثر انداز ہوتی ہے شراب نوشی ان بیماریوں کے علاوہ ذیابیطس، تلی کی سوزش اور تولیدی نظام کو تباہ کرنے میں مرکزی کردار ہے۔ اس کے علاوہ دنیا میں گاڑیوں کے ایکسیڈنٹ میں سب سے بڑی وجہ کثرت شراب نوشی ہے۔ عالمی سروے کے مطابق شراب نوشی ہمارے معاشرے کی بہت بڑی برائیوں کو جنم دیتی ہے جن میں خاندانی جھگڑے، زنا کاری، بچوں پر ظلم اور قتل و غارت شامل ہے۔

☆☆☆

مہر جہاں تاب کی روشن کرنیں

حدثنا عن عبد اللہ بن حارث ابن جزء

قال مارایت احدا اکثر تبسماً من رسول اللہ ﷺ

(ابواب المناقب جامع ترمذی)

عبد اللہ بن حارث ﷺ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کوئی مسکرانے والا نہیں دیکھا

سید یاسر حسین شاہ

مسکرانا، خوش رہنا اور خوشیاں بانٹنا ایک طاقت ہے۔ روحانی اعتبار سے انقباض کی کیفیت جان لیوا ثابت ہوسکتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مشکلات کا مقابلہ خوش رہنے سے کیا جاسکتا ہے۔ تبسم ادا بھی ہے اور حسن بھی ہے۔ چہرے پر تبسم سجائے رکھنا حسن اخلاق کی تابندہ علامت ہے۔ نفسیاتی اعتبار سے لبوں سے مسکراہٹ بکھیرنے والا شخص فاتح عالم بن سکتا ہے۔ صدموں اور اضطرابات کا پہلا حملہ چہرے کی شگفتگی چھین لیتا ہے اور وہ شخص جو چہرے کی تراوت اور تازگی کھو بیٹھے، وہ تاریک جہاں میں سکونت گزیں ہوجاتا ہے۔ ایسے چہرے جن کی تلاوت کی جاتی ہے وہ مسکرانے والے چہرے ہی ہوتے ہیں۔

خوش رہنے والا دوسروں کو خوش رکھ سکتا ہے۔ وہ لوگ بڑے بدقسمت ہوتے ہیں جو ہمیشہ ترش رو بن کر زندگی بسر کرتے ہیں، ایسے کہ اگر وہ مسکرا دیے تو عمر کم ہوجائے گی۔ طلق بن حبیب کا معروف ارشاد ہے کہ غصہ زنا سے زیادہ نقصان کرنے والی چیز ہے، شاید اس لئے کہ بدکاری باطن اجاڑتی ہے اور غصہ ظاہر کو ویران کردیتا ہے۔ وہ شخص جو ہمہ دم محبوب حقیقی کو یاد کرنے والا ہو اس کا باطن منور رہتا ہے اور باطن کی روشنیاں چہروں کا نور اور لبوں کی مسکراہٹ بن کر عیاں ہوتی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

تمہارا اپنے بھائی کے سامنے مسکرانا تمہارا لئے صدقہ ہے۔ (جامع ترمذی)

جریر بن عبداللہ بجلی ؓ ارشاد فرماتے ہیں:

میں نے جب سے اسلام قبول کیا ہے حضور ﷺ نے مجھے اپنے پاس آنے سے روکا نہیں ہے اور میں نے جب بھی حضور ﷺ کو دیکھا چہرے پر تبسم دیکھا اور ایک دفعہ میں نے عرض کی کہ میں گھوڑے پر اچھی طرح بیٹھ نہیں سکتا تو آپ نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر مارا اور فرمایا اے اللہ اسے مضبوط فرمادے اور اس کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ بنادے۔ (بخاری)

حضرت زید بن ارقم ؓ فرماتے ہیں:

بینما انا اسیر مع رسول اللہ ﷺ فی سفرٍ قد خفقت براسی من الھم اذا اتانی رسول اللہ ﷺ فحرک اذنی وضحک فی وجھی فما کان یسرنی ان نی بھا الخلد فی الدنیا (جامع ترمذی)

میں رسول اللہ ﷺ کی معیت میں ایک سفر کے دوران چل رہا تھا۔ اضطراب اور پریشانی کے سبب میں نے سر جھکا دیا، دیکھتا کیا ہوں کہ حضور ﷺ میرے پاس تشریف لے آئے، میرے کان کو ہلایا اور میرے سامنے ہو کر مسکرائے۔ مجھے یہ بات اچھی نہ لگتی کہ اس مسکراہٹ کے بدلے مجھے دنیا میں ہمیشہ رہنا مل جائے۔

اس میں کوئی شک نہیں نفرتوں کے جہنم اور بد اخلاقیوں کی آگ میٹھے لفظوں اور روحی تبسمات سے ٹھنڈی کی جاسکتی ہے۔ خلیق اور طلیق شخص کا اسلحہ خوش رہنا اور خوش رکھنا ہوتا ہے، بلکہ مسکراہٹوں سے عصبیتوں کے صحرا عبور کیے جاسکتا ہے۔ مشکلوں میں ہنسنے اور مسکرانے والا شخص ایسے ہوتا ہے جیسے کہ صحرا میں میٹھا پھل دینے والا درخت ہوتا ہے۔

ایک دن "رحمۃ للعلمین" کسی کام سے جارہے ہیں انس بن مالک ؓ کو ہمرکابی کا شرف حاصل ہے۔ حضور ﷺ موٹے کناروں والی بحرانی چادر زیب تن فرمائے ہوئے ہیں۔ ایک اعرابی پیچھے سے دوڑتا آیا اور نبی کریم ﷺ کی چادر کو پکڑ کر زور سے کھینچا، انس ؓ فرماتے ہیں کہ اس بدو نے چادر اتنے زور سے کھینچی کہ گردن مبارک پر رگڑ سے نشان پڑ گئے۔

کام کوئی بڑا کام نہیں تھا صرف یہ کہا محمد ﷺ تمہارے پاس جو اللہ کا مال ہے اس میں سے مجھے بھی دو۔

رسول کریم ﷺ نے مڑ کر اسے دیکھا اور مسکرا دیے

"مڑ کر اسے دیکھا اور مسکرا دیے"

مڑ کر اسے دیکھا اور مسکرا دیئے

حکم دیا کہ اسے نوازا جائے۔

یہ فیصلہ اشجع الناس، اکرم الناس اور احسن الناس کا فیصلہ تھا بلاشبہ آپ ﷺ مضبوط اعصاب کے مالک عظیم رہبر تھے۔

مشکل وقت میں مسکرانا "رحمۃ للعلمین" کے آفتاب سے بٹنے والی روشن کرنوں کی باران رحمت ہوتی ہے۔ ایک ایسا دل جو بخل، بغض، حسد، غیبت، کذب، بہتان تراشی اور نفرت سے بھرا ہو، یہ مقدر نہیں رکھتا کہ اسے "تابندہ روئی" شگفتہ روئی اور خنداں روئی کی دولت میسر

آئے۔ یہ ثمرات اور دولتیں اس دل کا مقدر ہوتی ہیں جس میں محبت اور رحمت بھری ہوتی ہے۔ حسن اخلاق اصل میں محبت اور رحمت ہی کا فیضان ہوتا ہے۔

حضور ﷺ کی شگفتہ روئی بعض اوقات شگفتہ مزاجی سے بدل جاتی اور صحابہ ﷺ کے لئے ان مواقع کا لطف صحیفوں کا حسن بن جاتا۔

حضرت انس ﷺ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ہم سے اتنا میل جول رکھتے کہ آپ نے میرے چھوٹے بھائی سے فرمایا:

یا ابا عمیر ما فعل النغیر

اے ابوعمیر! تیرے بلبل کو کیا ہوا

ابوعمیر کے پاس بلبل کا ایک بچہ تھا جو مر گیا۔ حضور ﷺ نے ازراہ خوش طبعی دریافت فرمایا۔ (جامع ترمذی)

حضرت انس ﷺ کو خود حضور ﷺ فرماتے:

یا ذا الاذنین

اے دو کانوں والے!

حضرت ابوہریرہ ﷺ فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ ہم سے خوش طبعی فرماتے ہیں آپ نے فرمایا میں حق ہی تو کہتا ہوں۔ (جامع ترمذی)

ہنسنا مسکرانا تکلف سے بھی ہو تو فائدہ دیتا ہے۔

علی بن ربیعہ ﷺ کہتے ہیں میں علی المرتضیٰ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ کے پاس ایک سواری لائی گئی تا کہ آپ اس پر سوار ہوں آپ نے رکاب میں پاؤں رکھتے وقت فرمایا:

"بسم اللہ"

اللہ کے نام سے

جب پیٹھ پر برابر ہو گئے تو فرمایا:

الحمد اللہ

اللہ کا شکر ہے

پھر فرمایا

سبحن الذی سخر لنا ھذا وما کن لہ مقرنین وانا الیٰ ربنا منقلبون

بڑی قوت والی ہے وہ ذات جس نے ہمارے لئے یہ سواری مسخر کر دی حالانکہ ہم اس کی طاقت نہیں رکھتے تھے اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف پلٹ کر جانے والے ہیں۔

پھر آپ نے تین مرتبہ پڑھا

"الحمد للہ"، "الحمد للہ"، "الحمدللہ"

اس کے بعد تین بار ہی کہا

"اللہ اکبر"، "اللہ اکبر"، "اللہ اکبر"

اس کے بعد فرمایا:

سبحانک انی ظلمت نفسی فاغفرلی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت

پاک ہے تو میں نے اپنے نفس پر زیادتی کی سو مجھے بخش دے بلاشبہ گناہوں کو تو ہی معاف فرمانے والا ہے۔

پھر حضرت علی ﷺ ہنسے اور مسکرائے۔

ربیعہ ﷺ کہتے ہیں میں نے عرض کی:

امیرالمومنین!

"آپ کس وجہ سے ہنسے ہیں"

آپ نے فرمایا:

میں نے حضورﷺ کو دیکھا انہوں نے ایسا ہی کیا تھا۔
میں نے سرکار ابد قرار سے پوچھا تھا۔
حضورﷺ! آپ ہنسے کیوں ہیں؟''
آپ نے فرمایا تھا۔
تیرا رب بندے سے خوش ہوتا ہے جب وہ کہتا ہے اے میرے رب میرے گناہ بخش دے۔
سیرت کا نکتہ یہ ہے کہ مسکرانا تکلف سے بھی ہو لیکن ہو سنت کے مطابق تو وہ فائدہ دیتا ہے۔
رسول اللہ ﷺ نے ماحول کو کبھی تناؤ کا شکار نہ ہونے دیا۔ آپ کی سنت ہے کہ ذہنی اور طبعی دباؤ کا شکار لوگوں کی مدد کی جائے، انہیں ہلکا پھلکا رکھنے کی کوشش کی جائے۔ ماحول پر لطف اور لطیف بنانے کے لئے حضورﷺ لوگوں میں گھل مل جاتے۔ اپنی خندہ روئی سے لوگوں کے دباؤ دور کرتے۔ بلاشبہ حضورﷺ کی مسکراہٹ لوگوں کے لئے روگوں کا علاج بن جاتا۔
علی کو ابوتراب کہنا
عبدالرحمٰن کو ابوہریرہ کہنا
وہ شخص جو ماحول کو زعفران زار بنا دیتا
اسے 'ذوالیدین' دو ہاتھوں والا فرما دینا
لطیف کلمات، قلب کشا خطابات، طبیعت ساز مسکراہٹ اور روحوں کے لئے توسع آفریں خوش طبعی یقیناً حضورﷺ کی سنت ہے، لیکن سنت نبھانے کے مواقع کا انتخاب حکمت اور دانشمندی ہوتی ہے۔ ماحول سازگار ہو تو مسکراہٹیں بکھیریں اور غم اور صدمہ کا وقت ہو تو خوبصورت کلمات کے انتخاب سے دلوں کو سکون بخشیں، ایمان تو بس فراست کا نام ہے۔
تعریف اللہ کے لئے
اور درود آپﷺ اور آل واصحاب پر

☆☆☆

دینی مسائل اور ان کا حل

"مسائل دین و دنیا" کے عنوان کے تحت قارئین کرام کے ان سوالات کے جوابات قرآن و سنت کی روشنی میں پیش کئے جاتے ہیں جو کارزار حیات میں مختلف اعمال و افعال کی بجا آوری کے دوران انسانی ذہن میں پیدا ہوتے رہتے ہیں اور پھر ذہنی و روحانی الجھنوں کا باعث بنتے ہیں۔ آپ کو بھی کوئی الجھن درپیش ہو یا ذہن کے نہاں خانے میں کوئی سوال پیدا ہو کر پریشان کر رہا ہو تو فوراً لکھیے۔ آپ کو ان شاء اللہ تعالیٰ اس سوال کا شافی و کافی جواب دیا جائے گا۔

محمد لیاقت علی مفتی

سوال:۔ کیا مسجد میں نماز جنازہ ادا کی جاسکتی ہے؟ اگر کی جاسکتی ہے تو کن شرائط کے ساتھ اور اگر نہیں تو کیوں؟

جواب:۔ مسجد میں نماز جنازہ کی ادائیگی مکروہ تحریمی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان عالیشان ہے

"من صلی علی میت فی المسجد فلا اجر له"

جس نے مسجد میں نماز جنازہ ادا کی اس کے لیے کچھ اجر نہیں

مذکورہ حدیث کی بنیاد پر صاحب ہدایہ نے بھی اسے ممنوع قرار دیتے ہوئے فرمایا:

ولا یصلی علی میت فی مسجد جماعة

اور ایسی مسجد جس میں نماز باجماعت ہوتی ہو نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔

اس حرمت کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں

لانه بنی لاداء المکتوبات ولانه یحتمل تلویث المسجد

کیونکہ مسجدیں وقتی فرض نمازوں کے لیے بنائی گئی ہیں اور اس لیے بھی کہ اس صورت میں مسجد میں گندگی وغیرہ لگنے کا احتمال ہوتا ہے۔

بعض علماء نے میت کے مسجد سے باہر ہونے کی صورت میں نماز جنازہ کو جائز قرار دیا ہے مگر جمہور اسے بھی مکروہ قرار دیتے ہیں۔ ہدایہ کے محشی نے اس مسئلہ کی تین صورتیں لکھیں دو اتفاقی اور ایک اختلافی۔

ا:۔ اگر میت مسجد کے اندر ہو تو بالاتفاق نماز جنازہ مکروہ تحریمی ہوگی۔

۲:۔ اگر میت، امام اور کچھ مقتدی مسجد سے باہر ہوں باقی اندر تو بالاتفاق جائز ہے۔

۳:۔ اور اگر صرف میت باہر ہو باقی سب اندر تو اس صورت میں اختلاف ہے۔

اس اختلاف کو اعلیٰحضرت شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی نے بھی ذکر کیا اور اس کے بعد فرمایا کہ اختلاف کے وقت چونکہ ظاہر روائت کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اور اس معاملے میں ظاہر روائت میں تینوں ائمہ احناف کے نزدیک یہ فعل مکروہ ہے اور میت کے مسجد میں ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا لہٰذا مسجد میں نماز جنازہ کو مکروہ ہی قرار دیا جائے گا۔

مزید تفصیل کے لیے فتاویٰ رضویہ کی نویں جلد ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ **واللہ اعلم بالصواب**

سوال:۔ ہمارے گاؤں میں سوڈیڑھ سو سالہ پرانا ایک قبرستان ہے جس میں کچھ قبریں تو منہدم ہو چکی ہیں اور کچھ باقی ہیں۔ اب بعض لوگ وہاں جنازہ گاہ بنانا چاہتے ہیں۔ کیا ایسا کرنا از روئے شرع جائز ہے؟ (محمد وسیم، راولپنڈی)

جواب:۔ حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ عنہ سے روائت ہے وہ فرماتے ہیں:

رآنی رسول اللہ ﷺ جالساً علی قبر فقال

یا صاحب القبر انزل من القبر لا تؤذی صاحب القبر

"مجھے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے ایک قبر کے اوپر بیٹھے دیکھا تو فرمایا:

اے قبر پہ بیٹھنے والے قبر سے نیچے اتر صاحب قبر کو ایذا نہ دو"

مذکورہ حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ قبروں پر بیٹھنا قبر والے کے لیے باعث اذیت ہوتا ہے۔ اسی لیے اس سے منع فرمایا گیا۔

اسی حوالے سے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی یہ روائت بھی قابل ملاحظہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لان امشی علی جمرة او سیف احب الی من ان امشی علی القبر

"مجھے انگارے یا تلوار پہ چلنا قبر پر چلنے سے زیادہ پسند ہے"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اذی المومن فی موته کاذاه فی حیاته

موت کے بعد مومن کو ایذا دینا ایسے ہی ہے جیسے اسے زندگی میں ایذا دی جائے

مذکورہ بالا حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ ہر وہ فعل جو میت کی ایذا کا باعث ہو ناجائز ہے۔ زندگی میں اگر کوئی کسی کی گردن یا پیٹھ پہ چڑھ کے نماز پڑھنے لگ جائے تو اس فعل کو کون مناسب کہے گا۔ بعینہٖ بعد از موت بھی قبرستان کو مسجد یا جنازہ گاہ بنانا ٹھیک نہ ہوگا۔

☆☆☆

جماعت اہل سنت کراچی کے زیر اہتمام

تحفظ پاکستان علماء ومشائخ کنونشن

منعقدہ 7 جون 2009ء

رپورٹ: محمد احمد صدیقی، ڈاکٹر منظور حسین اختر

ملک پاکستان کے دگرگوں حالات، خودکش بم دھماکے، دہشت گردی، ظلم وتعدی اور ناانصافی پر ہر ذی شعور پاکستانی پریشان ہے۔ پاکستان کے وجودی منکر اس ملک کی باگ ڈور پر قابض ہو چکے ہیں۔

منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے

جماعت اہل سنت سے وابستہ لوگوں کے اسلاف نے چونکہ پاکستان بنایا لہذا انہیں پاکستان کے اندرونی و بیرونی خلفشار کا شدت سے احساس ہے اور اسی ذمہ داری کو نبھاتے ہوئے جماعت اہل سنت نے 7۔جون 2009ء کو النساء کلب گلشن اقبال کراچی میں عظیم الشان 'تحفظ پاکستان علماء ومشائخ کنونشن' کا انعقاد کیا۔اس کنونشن میں ملک بھر سے جید علماء ومشائخ نے شرکت کی۔جماعت اہل سنت پاکستان کے مرکزی ناظم اعلی مفکر اسلام، مفسر قرآن پیر سید ریاض حسین شاہ نے بطور مہمان خصوصی شرکت کی جبکہ جماعت اہل سنت کراچی کے امیر معروف اسلامی سکالر علامہ شاہ تراب الحق قادری نے کنونشن کی صدارت کی۔کنونشن کے پیغام کو عام کرنے کے لئے اس میں ہونے والے خطابات کو قارئین دلیل راہ کے لئے ان صفحات میں پیش کیا جا رہا ہے تاکہ امن ومحبت کا یہ پیغام چاردانگ عالم میں پھیل سکے۔

پیر سید ریاض حسین شاہ (مرکزی ناظم اعلیٰ جماعت اہل سنت پاکستان)

جماعت اہل سنت پاکستان کے مرکزی ناظم اعلی علامہ سید ریاض حسین شاہ نے اپنے خطاب دلپذیر میں کہا کہ شدت پسندوں نے علماء ومشائخ کو خدمت اسلام اور اعلائے کلمۃ الحق کی پاداش میں شہید کیا ہے۔ان شہداء کی قربانیاں رائیگاں نہیں جائیں گی۔جماعت اہل سنت حکومت سے مطالبہ کرتی ہے کہ شہید ہونے والے علماء ومشائخ کو نشان پاکستان دیا جائے۔مرکزی ناظم اعلیٰ نے کہا کہ ملک کی سالمیت کو داؤ پر لگا کر امریکی مفادات کا تحفظ اور امداد کے نام پر بھیک مانگنے کا سلسلہ ختم کیا جائے۔انہوں نے کہا کہ وطن عزیز ڈرون حملوں اور شدت پسندوں کی صورت میں دوطرفہ سازش کا شکار ہے۔شدت پسندوں کا امریکہ سے گہرا تعلق ہے۔یہ پاکستان کے جوہری ہتھیاروں کے خلاف امریکی حملے کا جواز فراہم کرنے کے ایجنڈے پر عمل پیرا ہیں۔انہوں نے مزید کہا کہ قومی سطح پر حساس معاملات کی بریفنگ میں امن پسند اور محب وطن علماء ومشائخ کو نظر انداز کرنا انتہائی غیر سنجیدہ عمل ہے۔حکومت قیام پاکستان کے مخالفین اور پاکستان کے ازلی دشمنوں کو پہچانے۔آج بھی وہی طبقہ پاکستان میں رہ کر ملک کے خلاف سازشوں کا جال بن رہا ہے جو تحریک پاکستان کا مخالف تھا۔انہوں نے کہا کہ جب تک محب وطن، امن پسند علماء ومشائخ کا استحصال کیا جاتا رہے گا پاکستان دشمن فائدہ اٹھاتے رہیں گے۔انہوں نے کہا کہ علماء ومشائخ نے پاکستان بنایا بھی تھا اور آج پاکستان کو بچانے کے لئے جانوں کے نذرانے بھی علماء ومشائخ ہی دے رہے ہیں۔انہوں نے کہا کہ پاکستان کے چپے چپے کی حفاظت کریں گے۔علامہ ریاض حسین شاہ نے اعلان کیا کہ نفرتوں اور عصبیتوں کے خاتمہ کے لئے جماعت اہل سنت جمعہ سے ملک گیر محبت پاکستان مہم چلائے گی۔

علامہ سید شاہ تراب الحق قادری (امیر جماعت اہل سنت کراچی)

انہوں نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ شدت پسندوں کی کمانڈ امریکا، اسرائیل اور بھارت کے ہاتھوں میں ہے۔جس کا واضح ثبوت آپریشن کے دوران امریکی، بھارتی، اسرائیلی اور روسی ساخت کے اسلحے، گولہ بارود کا پکڑا جانا ہے۔انہوں نے کہا کہ ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ جن ممالک کا اسلحہ پکڑا گیا ہے ان سے سفارتی سطح پر سخت ترین احتجاج کیا جائے۔علامہ شاہ تراب الحق قادری نے کہا کہ شمالی علاقہ جات میں موجود شدت پسند مختلف ممالک سے تعلق رکھنے والے شر پسندوں کا ٹولہ ہے۔جو عوام المسلمین کو کافر اور واجب القتل قرار

دے کر فتنہ برپا کر رہا ہے۔

مفتی منیب الرحمٰن (چیئر مین مرکزی رویت ہلال کمیٹی)

مفتی منیب الرحمان نے اپنے خطاب میں کہا کہ پوری قوم کو حالات کی سنگینی کا احساس کرنا ہوگا۔ آج پاکستان کو بیرونی نہیں بلکہ اندرونی دشمنوں سے خطرہ ہے۔ ایسے صورتحال ملک میں پہلے کبھی نہ تھی، اس وقت فساد، خلفشار، دہشت گردی اور خانہ جنگی جیسی کیفیت کا سامنا ہے۔ اسلام اور مسلمانوں کو آج سب سے زیادہ خطرہ جہاد کے نام پر فساد اور شریعت کے نام پر دہشت گردی کرنے والوں سے ہے۔ ملکی بقا و سلامتی کے لئے طویل المیعاد اور دوررس اثرات کی حامل پالیسی اختیار کرنی پڑے گی۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ کا ڈرون ٹیکنالوجی پاکستان کو نہ دینا امریکی بدنیتی کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔ امریکی نمائندوں کے بار بار پاکستان آنے کا مقصد امریکی مفادات کا تحفظ ہے۔ امریکہ ماضی میں کبھی پاکستان کا مخلص تھا نہ مستقبل میں ہوسکتا ہے۔

حاجی حنیف طیب (سابق ایم این اے)

حاجی صاحب نے اپنے خطاب میں کہا کہ حکومت میڈیا کے ذریعہ دنیا کو بتائے کہ کن کن ممالک اور عالمی اداروں نے کتنی امداد کا اعلان کیا ہے اور کن ممالک اور اداروں نے ایفائے عہد کیا ہے تاکہ زبانی جمع خرچ کرنے والے بے نقاب ہوسکیں۔ زمینی حقائق یہ بتاتے ہیں کہ تا حال متاثرین کی عملی امداد نہ ہونے کے برابر ہے۔ انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ متاثرہ علاقوں کے علاوہ خانقاہوں اور مدارس میں مقیم علماء و مشائخ، مدرسین اور طلباء تک بھی امداد کی فراہمی یقینی بنائی جائے۔

ڈاکٹر عبدالرحیم:

ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ درود وسلام پڑھنے والے اور بزرگان دین سے نسبت رکھنے والے ہی اسلام پاکستان کے سچے سپاہی ہیں، وطن عزیز کی حفاظت کے لئے بھرپور صلاحیت اور ناقابل تردید قوت رکھتے ہیں۔

علامہ ابرار احمد رحمانی:

معروف عالم دین علامہ ابرار احمد رحمانی نے اپنے خطاب میں کہا کہ عسکریت پسندوں کا امریکہ سے گہرا تعلق ہے دونوں ایک دوسرے کی ضرورت ہیں، جو مسلم ممالک کو تباہ و برباد کرنے کیلئے جواز فراہم کررہے ہیں۔

مولانا ناصر خان قادری:

ساری انسانیت کے محسن اعظم ﷺ کا آفاقی اعلامیہ ہے کہ دنیا میں امن وسلامتی، محبت واخوت کے چراغ روشن کیے جائیں۔

طارق محبوب:

طالبان کا اسلام اور مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ حکومت ملک کی تمام مذہبی ولسانی تنظیموں کو غیر مسلح کرے تاکہ ملک میں امن وامان کو یقینی بنایا جاسکے۔

ثروت اعجاز قادری:

سنی تحریک کے مرکزی صدر نے کہا کہ صوفیائے کرام کی تعلیمات ہی حقیقی اسلام ہیں اور مسلمانوں کی عزت ووقار ان پر عمل کرنے ہی میں پوشیدہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم پاکستان دشمنوں کے عزائم کو کبھی پورا نہیں ہونے دیں گے۔

کنونشن میں جماعت اہل سنت سندھ کے ناظم اعلیٰ علامہ محمد اکرم سعیدی، درگاہ قادریہ جیلانیہ خیر پور میرس کے صاحبزادہ سید سردار احمد شاہ جیلانی، مفتی اسماعیل ضیائی، ڈاکٹر فرید الدین قادری، مولانا خلیل الرحمان چشتی، محمد حسین لاکھانی، مفتی احمد علی شاہ سیفی، صوفی نثار الحق سیفی، مولانا نسیم احمد صدیقی، مفتی محمد بخش تونسوی، پروفیسر غلام عباس قادری، مفتی اقبال سعیدی، مولانا عبدالحفیظ معارفی، زاہد اشتیاق قادری، مولانا عباس قادری، مفتی احمر قادری، مفتی غلام نبی فخری، مولانا سید منظور شاہ ہمدانی، صاحبزادہ سید انظہر شاہ ہمدانی، حاجی احمد عبدالشکور، مولانا لائق محمد سعیدی، مولانا محمد ذاکر صدیقی، محمد عابد ضیائی، ملک محمد حسین، قاری عبدالقیوم محمود کے علاوہ سنی تنظیمات کے قائدین مدارس اہل سنت کے سربراہان، جید علماء کرام مشائخ عظام ودیگر دینی تنظیموں کے نمائندوں اور عوام اہل سنت نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔ علماء و مشائخ کنونشن میں متعدد قرار دادیں پیش کی گئیں۔

قرار دادیں

۱۔ ہم اس عزم کا اعادہ کرتے ہیں کہ پاکستان ہمارا ملک ہے ہم نے لاکھوں جانوں کا نذرانہ دیکر پاکستان بنایا ہے اس کی حفاظت کرنا ہم پر

فرض ہے، جب تک پاکستان بنانے والے علماء و مشائخ کے وارث، ملک کی غالب اکثریت عوام اہل سنت زندہ ہیں، پاکستان کی بقاء و سلامتی اور تحفظ کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے اور پاکستان کے دشمنوں کے عزائم کو کبھی پورا نہیں ہونے دیں گے۔ پاکستان کے چپے چپے کی حفاظت کرنا علماء و مشائخ کا شعار ہے جس سے ہم کبھی دستبردار نہیں ہونگے۔

۲۔ جماعت اہل سنت پاکستان کی حفاظت اور عسکریت پسندوں کے خلاف آرمی آپریشن کی بھرپور حمایت کرتی ہے اور وطن عزیز کی خاطر جان قربان کرنے والے فوجی جوانوں کو خراج تحسین پیش کرتی ہے اور حکومت سے مطالبہ کرتی ہے کہ آپریشن میں شہید ہونے والے فوجیوں کو حسب مراتب اعزازات سے دیئے جائیں۔

۳۔ یہ اجتماع حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ ملک دشمنوں کے خلاف آرمی آپریشن کو رکوانے کے لئے کسی بھی دباؤ کو حکومت ہرگز قبول نہ کرے اور پاکستان کی بقاء و سلامتی کے لئے آخری دہشت گرد کی موجودگی تک آپریشن جاری رکھا جائے۔ دہشت گردوں سے مذاکرات یا معاہدہ کرنے کی خواہش کا اظہار کرنے والے اسلام اور ملک کے غدار ہیں۔

۴۔ کنونشن کے شرکاء امریکی صدر بارک اوباما کی اس خواہش پر کہ ”پوری دنیا سے ایٹمی ہتھیار ختم ہونے چاہیے۔“ امریکہ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ محض بیانات کے بجائے عملی اقدام کرے اور امریکہ دنیا سے معافی مانگے کہ اس نے سب سے پہلے انسانوں پر ایٹم بم استعمال کیا ہے اور کروڑوں انسانوں کو ہلاک اور نسلوں تک کو معذور کردیا۔ آج کا یہ اجتماع مطالبہ کرتا ہے کہ امریکا اپنے اور اسرائیل کو فراہم کردہ جوہری ہتھیاروں کو ختم کرنے کا اعلان کرے۔

۵۔ ہم اقوام متحدہ کے دوہرے معیار کی سخت مذمت کرتے ہیں، چند لاکھ عیسائیوں کے لئے مشرقی تیمور کی ریاست کا وجود اس کی جانبداری کا کھلا ثبوت ہے لیکن نصف صدی سے زائد عرصے سے مسئلہ کشمیر اور فلسطین اس کے ایجنڈے میں شامل ہونے کے باوجود ان پر کوئی قابل قدر پیش رفت نہ ہو سکی۔ لاکھوں مسلمان کی ہلاکت پر اقوام متحدہ کی خاموشی مسلم ممالک کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔ یہ اجتماع مسلم ممالک کے سربراہان سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ جرأت مندانہ کردار ادا کرتے ہوئے مسئلہ کشمیر اور فلسطین کے حل کے لئے اپنا عملی کردار ادا کریں۔

۶۔ تحفظ پاکستان علماء و مشائخ کنونشن کا یہ اجتماع حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ دہشت گردوں کو کسی قسم کی رعایت نہ دی جائے۔ ان کی شناخت، مکروہ عزائم، ذرائع امداد، اسلحہ اور تربیت کی فراہمی سمیت دیگر تمام معاملات عوام کے سامنے لائے جائیں اور گرفتار شدت پسندوں کو سرعام سزائیں دے کر دنیا کے لئے نشان عبرت بنایا جائے

۷۔ علماء و مشائخ کنونشن کا یہ اجتماع حکمرانوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ غیر ملکی مفادات کی جنگ سے کنارہ کشی اختیار کریں اور جرأت مندانہ خارجہ پالیسی مرتب کی جائے۔ فوجی آپریشن کے باوجود امریکی ڈرون حملے ملکی سلامتی کے لئے سوالیہ نشان ہیں۔ لہٰذا حکومت ڈرون حملوں کے خلاف واضح اور سخت ترین مؤقف اختیار کرے۔

۸۔ دہشت گرد طالبان کے ہاتھوں صوبے سرحد سے عوام اہل سنت کو بیدخل کرنے، 500 سے زائد علماء، مشائخ اور سنی مسلمانوں کو شہید کرنے، 10 سے زائد مزارات پر بم دھماکے، مساجد اور مدارس اہلسنّت پر مسلح قبضے اور شعائر اہل سنت کی پامالی کی بھرپور مذمت کی جاتی ہے اور حکومت سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ تمام مزارات اولیاء اور ان سے متعلقہ مساجد و مدارس کو فی الفور جماعت اہلسنّت کی اتھارٹی کے حوالے کیا جائے اور شہید ہونے والے مزارات اور مساجد حکومتی خرچ پر از سر نو تعمیر کی جائیں۔

۹۔ اہل سنت و جماعت علماء و مشائخ کا یہ اجتماع شدت پسندوں کی دہشت گردی کے نتیجے میں سوات، مالاکنڈ، دیر، بونیر سے لاکھوں کی تعداد میں نقل مکانی کرنے والوں کی قربانی کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ بیرون ممالک کی جانب سے اعلان کردہ اور حاصل شدہ امدادی رقوم کی تفصیل اور ان ممالک کی فہرست شائع کی جائے۔ یہ اجتماع انتہائی گرم موسم میں کھلے آسمان تلے رہنے والے متاثرین کو شیلٹر کی عدم فراہمی، ڈاکٹرز اور پیرا میڈیکل اسٹاف کی کمی، بنیادی اشیائے ضروریات زندگی کی قلت پر انتہائی افسوس کا اظہار کرتا ہے اور صوبہ سرحد اور وفاقی حکومت سے اپیل کرتے ہیں کہ آپریشن سے متاثرہ فی کس خاندان کو ایک لاکھ روپے دینے کا اعلان کرے اور عوام مصیبت کی اس گھڑی میں متاثرین کی بھرپور امداد کریں۔

۱۰۔ تحفظ پاکستان علماء و مشائخ کنونشن کا یہ اجتماع اسلام اور پاکستان کے دشمن نام نہاد طالبان کے روپ میں موجود دہشت گردوں کو بے نقاب کرنے میں اپنا بھرپور کردار ادا کرنے پر الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کو خراج تحسین پیش کرتا ہے۔

☆☆☆

نبی اکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا طریقہ تبلیغ

اور ہری پور آفاق ہوٹل میں منعقدہ

"مرکزی محفل نعت" و "درس حدیث"

کی مختصر روئیداد

محمد زبیر اعوان: ہری پور

تبلیغ دین اور دعوت اسلام اگرچہ امت مسلمہ کے فرائض میں شامل ہے، تاہم اس کے لئے باقاعدہ طریقہ کار نبی آخرالزمان حضرت محمد مصطفی ﷺ کی سیرت مطہرہ میں ایسے اظہار کیا گیا ہے کہ گویا اس حسن مجسم، فخر بنی آدم علیہ السلام کے کردار کا ایک ایک گوشہ نور تبلیغ کی ایسی شمعیں روشن کر رہا ہو کہ ہر ہر گوشے کا اگر ایک ایک حصہ بھی اگر پوری کائنات پر بکھیر دیا جائے تو ظلمتوں کی دبیز گہرائیاں بھی اس نور سے ہدایت کی روشنی پالیں اور پوری کائنات رحمت اللعالمین کی عظمتوں کی گواہی دینے لگ جائے اور ڈھونڈنے سے بھی کوئی تاریکی نظر نہ آئے مگر یہ نظام قدرت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ اختیار بھی خود انسان کو دے دیا کہ وہ اگر چاہے تو پہلے اپنے جسم و روح کو اپنے آقا و مولیٰ کے فیض سے منور کرے اور جب حکم کیا جائے تو اس فیض کو چہار دانگ عالم میں پھیلانے کی سعی کرے۔ بات لمبی ہو جائے گی اور موضوع کہیں اور نکل جائے گا، اس لئے تبلیغ دین اور دعوات اسلام کا جو موضوع شروع ہوا ہے۔ اس کے تحت آج کل امت مسلمہ عجیب آزمائشوں سے دوچار ہے۔ ہندو یعنی بت پرستوں نے اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے اسلام کے خلاف ان اہل کتاب نامی لوگوں سے اتحاد کر لیا ہے، جنہیں کتاب لانے والوں کا پیغام بھی بھول چکا ہے۔ یہودی، عیسائی اور بت پرست عناصر امریکہ، برطانیہ، اسرائیل اور انڈیا کی صورت میں اسلام کی بظاہر واحد ایٹمی طاقت پاکستان کے خلاف متحد ہو چکے ہیں، مگر یہاں جنگ کی صورتحال مختلف ہے۔ فلسطین، عراق، بوسینیا، کوسووا اور افغانستان میں تو باقاعدہ لشکر کشی کی جاتی ہے، مگر پاکستان کی عسکری و قوی طاقت سے سپر پاورز بھی محتاط پالیسی اختیار کرنے پر مجبور ہیں، تاہم یہ غیر مسلم طاقتیں اس نظریئے پر قائم ہیں کہ اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کو بدنام کیا جائے اور ہماری کفر و ضلالت سے بھری سلطنتوں کی طرف اسلامی روحانیت کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکا جائے، جس کا مرکز پاکستان بنتا جا رہا ہے۔ لہٰذا یہاں جنگ کا طریقہ کار تبدیل کیا گیا ہے اور زر خرید غلاموں کو مسلمانوں کا ظاہری آقا بنا کر ہر علاقے میں ہر غلام کو ٹارگٹ دے دیئے گئے ہیں کہ بظاہر اسلام کی تبلیغ و تعلیم بیان کی جائے، مگر کردار میں ما سوائے لباس ظاہری کے اسلام کی تعلیمات کے خلاف ایسے عمل اور ایسی سختی کو فروغ دیا جائے جس سے عالمی سطح پر اسلام کے اصل تشخص پر پردہ پڑا رہے۔ اس سلسلہ میں میڈیا پر بھی خصوصی نوازشات کی گئی ہیں کہ وہ ایسے راہنماؤں کے منفی کردار کو بڑھا چڑھا کر پیش کرے اور اصل عقائد اسلامیہ سے لوگوں کی توجہ ہٹا دے۔ اس صورتحال نے مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہونے والے ان نوجوان بچوں اور بچیوں کے ذہنوں میں بھی عجیب عجیب سوالات پیدا کرنا شروع کر دیئے ہیں کہ وہ اپنی منزل کیسے تعین کریں کہ انہوں نے کس راستے کہاں جانا ہے۔ ایک طرف

دہشت گردی کو اسلام کے ساتھ منسلک کرنے کی صیہونی میڈیا مہم عروج پر ہے، تو دوسری طرف اس پروپیگنڈے کو صحیح ثابت کرنے والے راہنما بھی ہماری ہی صفوں میں موجود ہیں۔ نئی نسل کو سمجھ نہیں آتی کہ وہ کہاں جائے؟ اور کیا کرے؟ آج کی نسل یہ سوال کرتی نظر آتی ہے کہ کیا اسلام تلوار کے زور پر ہی پھیلایا جا سکتا ہے؟ ظاہر ہے جب کلمہ طیبہ لکھ کر اس کے نیچے نشان ہی تلوار کا دیا جائے گا، تو کیا تاثر پھیلے گا؟ جبکہ رسالت مآب ﷺ کا طریقہ تبلیغ کیا تھا کہ آپ فرماتے ہیں کہ "میں اس وقت بھی نبی تھا جب کہ آدم علیہ السلام کی مٹی سے تخلیق کی جا رہی تھی"۔ ایک طرف یہ مفہوم حدیث رسول ہے اور دوسری طرف آپ کی سیرت اور کردار کا یہ پہلو کہ آپ ﷺ نے چالیس سالہ زندگی میں صرف اپنے کردار سے لوگوں کو راغب کیا اور جب چالیس سال کے بعد آپ کو حکم الٰہی ہوا کہ اب اظہار نبوت کریں تو یہ معاملہ اور لمحہ غور کرنے والا ہے کہ آپ نے فوراً ہی اعلان نبوت نہ کر دیا بلکہ پہاڑی پر کھڑے ہو کر اس قوم کو مخاطب کیا جو مشرک تھی اور پوچھا کہ بتاؤ! تم لوگوں نے میرا کردار کیسا پایا؟ جواب آیا کہ آپ صادق اور امین ہیں، آپ نے زندگی میں کبھی جھوٹ نہیں بولا اور کبھی امانت میں خیانت نہیں کی، کبھی وعدہ خلافی نہیں کی، پھر پوچھا گیا کہ اگر میں یہ کہوں کہ اس پہاڑی کے پیچھے سے ایک لشکر تم پر حملہ کرنے آ رہا ہے تو کیا تم یقین کرو گے؟ جواب پھر بھی ہاں میں آیا۔ روایت ملتی ہے کہ بات یہیں ختم نہیں ہوگئی، پھر پوچھا گیا کہ اگر تم جا کر دیکھو کہ پہاڑی کے پیچھے لشکر نہیں ہے تو میرے بارے میں کیا رائے رکھو گے؟ جواب آیا کہ اے محمد ﷺ! ہم اپنی آنکھوں پر یقین نہیں کریں گے، مگر آپ پر شک کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تب

اس نبی آخرالزماں نے اپنی نبوت اور اللہ کی توحید کا اعلان کیا، مگر زبردستی نہیں کی۔ نہ ماننے والے کئی سال نہ مانے۔ مگر تلوار نہ اٹھائی گئی، بلکہ ظلم وستم کے پہاڑ بھی آپ نے ہنس کر سہے۔ کردار کی عظمت یہ تھی کہ جو لوگ آپ پر ظلم کرتے، وہی اپنی امانتیں بھی آپ کے پاس رکھواتے۔ یہی وجہ تھی کہ کفار مکہ کے ظلم دیکھ کر جب آپ ہجرت کے لئے تیار ہوئے، تو تلواروں کے سائے میں اپنے داماد سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو چھوڑ کر آگئے کہ آپ صبح امانتیں لوگوں کے حوالے کر کے آجانا۔ کردار کی یہی عظمتیں تو تھیں کہ اقوام متحدہ کو بھی دنیا کی عظیم شخصیات کی فہرست میں مسلمانوں کے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا نام سب سے اوپر لکھنا پڑا، مگر یہ کیا ہوا کہ اس نبی رحمت کے ماننے والوں کو دہشت گرد اور ان کے آفاقی نظام کو تنقید کا نشانہ بنایا جارہا ہے اور مسلمانانِ عالم آپس میں باہمی فرقہ پرستی کی آگ میں کود کر اللہ اور اس کے رسول کریم کو چھوڑ کر اپنے علاقائی مذہبی راہنماؤں کی تقلید کر رہے ہیں۔۔۔۔۔۔

ضلع ہری پور میں گذشتہ دنوں سے دہشت گردی کے کئی خفیہ ٹھکانوں پر چھاپے مارے جارہے ہیں اور پورے شہر میں پولیس اور سیکیورٹی فورسز کا گشت بھی دیکھنے کو ملتا ہے اور لوگ سماجی تقریبات میں بھی بہت محتاط شرکت کرتے ہیں، لیکن 23۔مئی 2009، کو آفاق ہوٹل جی ٹی روڈ ہری پور کے بینکوئٹ ہال میں یہ کون سی تقریب ہے؟ جہاں ہال کے اندر کرسیاں بھی بھری ہوئی ہیں، لوگ زمین پر اور سیڑھیوں پر بھی بیٹھے ہیں اور ہوٹل کے باہر ایک بڑی ملٹی میڈیا سکرین آویزاں ہے، جہاں سے اندر کا پروگرام لوگ باہر لان میں کرسیوں اور دریوں پر بیٹھ کر بھی سن رہے ہیں اور جوں جوں وقت گزرتا جاتا ہے، عوام کے رش میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ بظاہر یہ شبانِ اہل سنت ضلع ہری پور کی ایک غیر معروف تنظیم کے زیر اہتمام ایک ''محفل نعت و درس حدیث'' کا پروگرام ہے۔ جس کی معاونت میں جماعت اہل سنت پاکستان کے بعض چیدہ چیدہ احباب بھی شامل ہیں۔ سٹیج پر ضلع ناظم ہری پور یوسف ایوب خان اور مقتدر علمی و روحانی شخصیات بھی بیٹھی ہیں کہ ایک آوازہ اٹھتا ہے کہ جماعت اہل سنت پاکستان کے مرکزی ناظم اعلیٰ سید ریاض حسین شاہ آگئے ہیں اور محفل میں شریک ہر چھوٹا بڑا ان کے استقبال کے لئے اس طرح کھڑا ہو کر نعرے لگانے لگتا ہے، جیسے وہ اسی کے ہی قائد ہیں اور مزے کی بات یہ کہ ان کھڑے ہونے والوں میں یہ تخصیص نہیں ہے کہ وہ سب ہی اہل سنت و جماعت حنفی بریلوی مسلک کے لوگ ہیں، بلکہ یہاں دیوبندی بھی ہیں، اہل حدیث بھی ہیں، اہل تشیع بھی ہیں، وکلاء کی نمائندگی سپریم کورٹ بار کے نائب صدر سعید اختر خان ایڈووکیٹ کر رہے ہیں۔ فیڈریشن آف پاکستان چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹریز کی طرف سے جناب تحسین الحق اعوان بھی موجود ہیں۔ گویا کہ تقریباً ہر شعبۂ زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد موجود ہیں، لیکن یہاں اختلاف نہیں ہے۔ حیرانگی ہوئی کہ اس شخصیت میں وہ کیا راز ہے کہ ہر مکتبۂ فکر نہ صرف ان کا احترام کرتا ہے، بلکہ انہیں سننے کا اور ان کے ساتھ بیٹھنے کا بھی متمنی ہے۔ حالانکہ یہ شخصیت سابق وزیر اعظم پاکستان میاں محمد نواز شریف کی رہائش گاہ ماڈل ٹاؤن لاہور کے پاس ہی مرکزی جامع مسجد

اتفاق میں خطابت کرتی ہے، مگر وہاں بھی تخصیص نہیں ہے کہ PPP کے لوگ نہیں آئیں گے، بلکہ ہر سیاسی جماعت کا مذہبی فکر رکھنے والا سنجیدہ شخص وہاں بھی نماز جمعہ پڑھنے عقیدت و احترام سے جاتا ہے۔ آخر یہ کیا وجہ ہے؟ اور پھر یہ عقدہ کھلا کہ جب مفکر اسلام علامہ سید ریاض حسین شاہ کا نام خطاب کے لئے پکارا گیا اور انہوں نے ایک حدیث شریف پڑھ کر اس کی وضاحت شروع کی۔ آپ نے ابتدا ہی میں سرکار دو عالم ﷺ کا یہ پیغام جب حاضرین کو سنایا کہ خوشیاں بانٹو اور معاشرے میں خوشی و مسرت کے چراغ جلاؤ! تو حاضرین محفل نے یہ پیغام گویا پہلے نہ سنا تھا؟ پھر شاہ صاحب نے فرمایا کہ رسالت مآب ﷺ کیسے اپنے صحابہ کرام سے مزاح فرماتے اور انہیں خوبصورت خوبصورت القابات سے نوازتے۔ یہی نہیں بلکہ جو لقب سرکار دو عالم ﷺ نے کسی صحابی کو دیا وہ اس کی حیات اور تاریخ میں اس صحابی کے لئے مزاح کی بجائے وجہ افتخار بن گیا۔ گویا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اصل نام پس منظر میں چلا گیا۔ ابو تراب کو لوگ پھر ابو تراب ہی کہنے لگے، یعنی یہ بتایا گیا کہ خاتم النبیین ﷺ کی نجی مجلسیں بھی کتنی خوبصورت ہوتیں۔ گویا وہ حسن مجسم ہی نہ تھے، بلکہ ان کے کردار کی بھی اتنی خوبصورتی تھی کہ اس قدر ان کی عقیدت و عظمت کے معترف ہو گئے کہ آپ ﷺ کے وضو کا پانی بھی زمین پر پڑنے سے پہلے صحابہ کرام ہاتھوں میں لے لیتے تھے اور اسے اپنے چہروں پر مل لیتے تھے، حالانکہ خود حضور ﷺ نے صحابہ کرام کو اس کا حکم کبھی نہیں دیا تھا۔ یہ عقیدتیں اور محبتیں کہاں چلی گئیں؟ مگر کیا ایسے راہنما بھی موجود ہیں؟ جو خود نہ کہیں، مگر ان کا کردار اتنا بلند ہو کہ لوگ خود ان کے ہاتھوں کو بھی چومیں اور ان کے احترام میں کھڑے بھی

ہو جائیں۔ ہری پور میں آفاق ہوٹل کے ہال کے اندر منعقدہ اس محفل میں جو روحانی ماحول دیکھنے میں آیا۔ اس میں اس دور کی جھلک نظر آتی ہے کہ ہر مکتبہ فکر مفکر اسلام علامہ سید ریاض حسین شاہ کی عزت کرتا نظر آیا۔ جس کی وجہ یہ بیان کی گئی کہ آفاق ہوٹل میں جن لوگوں نے یہ محفل منعقد کرائی۔ یہی منتظمین شبانِ اہل سنت کے زیر اہتمام پہلے چوک پرانی کمیٹی مین بازار میں چودہ سال سے محفل منعقد کراتے ہیں، جس میں ہر مکتبہ فکر بھرپور شرکت کرتا ہے اور تو اور اس مرکزی محفل نعت کی وجہ سے اس چوک پرانی کمیٹی کو میلاد النبی ﷺ چوک کا نام دے دیا گیا ہے۔ شبان اہل سنت کے نام پر محلہ سیشن ہاؤس سے ایک اور مکتبہ فکر نے شبان اہل سنت والجماعت بنا دی ہے۔ دیوبند مکتبہ فکر کے جو لوگ پہلے محافل نعت پر اپنے خطبوں میں تنقید کرتے تھے، اب خود انہوں نے محافل حمد و نعت سجانی شروع کر دی ہیں۔ علامہ سید ریاض حسین شاہ کے بارے میں ہر مکتبہ فکر کے لوگوں کا خیال یہی ہے کہ شاہ صاحب علمی میدان کے تاجدار ہیں اور آپ کے خطابات میں کبھی یکسانیت نہیں پائی گئی۔ انہوں نے کبھی مسلکی تعصب کو ہوا نہیں دی بلکہ اصلاح امت کا درس جرأت مندی سے دیا۔ کیا یہ درس جرأت مندانہ نہیں کہ علماء و مشائخ کے سامنے ان جھوٹے عاملوں کو مسترد کیا جو پیسے لے کر لوگوں کو کہتے ہیں کہ تمہارا یہ کام ہو جائے گا اور اتنے دنوں میں کر دوں گا وغیرہ وغیرہ! آپ نے ان میلوں ٹھیلوں کا بھی رد کیا۔ جن میں طوائفوں کو بلوا کر قوالیاں اور رقص کرائے جاتے ہیں اور نام شریعت و طریقت کا دیا جاتا ہے۔

محفل میں قاری محمد شہزاد اسلام آباد والوں کے عارفانہ کلام اور قاری محمد مشتاق صاحب ایبٹ آباد والوں کی پرسوز انداز میں نعت شریف نے پہلے ہی حاضرین محفل پر رقت طاری کر دی تھی اور شاہ جی کے خطاب نے عجیب سماں باندھ دیا تھا، مگر محفل کو عروج اس وقت ملا، جب شاہ صاحب نے خفی طریق ذکر الٰہی سے محفل ذکر منعقد کرائی اور پھر اللہ سے اپنے گناہوں کی مغفرت رو رو کر مانگی گئی۔ حاضرین محفل کی سسکیوں کی آواز جب شاہ صاحب کی دعا کے آخر میں آمین کے ساتھ ابھرتی تو عجب کیف و سرور طاری ہو جاتا۔ یہی وجہ تھی کہ جب محفل اختتام پذیر ہوئی تو ہر آنکھ نم تھی۔ مزے کی بات یہ کہ اس محفل میں باوجود اس کے کہ ضلع بھر میں خوف و دہشت کی فضا پھیلی ہوئی تھی۔ ڈسٹرکٹ پولیس کی طرف سے سیکیورٹی کا کوئی بھی اہتمام نہ تھا اور صرف 4 پولیس اہلکاروں کی روائتی ڈیوٹی لگائی گئی تھی، مگر پھر بھی منتظمین محفل ان کا شکریہ ادا کرتے نظر آ رہے تھے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ایسی روحانی محافل کو فروغ بتحفظ دیا جائے جن سے اسلام کی حقیقی تعلیمات کی عکاسی ہوتی ہو اور میڈیا کو بھی ایسی محافل کی کوریج پر زیادہ زور دینا چاہئے۔ جن سے ملک میں امن و امان کی بحالی اور باہمی رواداری کو فروغ ملے۔

☆☆☆

عاشق رسول شیخ دوست محمد مرحوم

صاحبزادہ سید محمد صفدر شاہ گیلانی

تحریک پاکستان کے ممتاز رہنما مجاہد ملت حضرت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ کی رہائش گاہ واقع اسلام پورہ لاہور میں بیٹھا تھا جہاں پر اک وجیہہ شخصیت جنکا چہرہ نورانی اور پرکشش تھا، بڑی بے تکلفی سے مولانا نیازی علیہ الرحمہ سے محو گفتگو تھے۔ ان کے ایک ایک لفظ سے عشق رسول ﷺ کی خوشبو اور حب الوطنی کے احساسات و جذبات کا ٹھاٹھیں مارتا جذبہ مجھے اس نظریاتی پختگی رکھنے والے بزرگ سے قریب تر کر رہا تھا۔ میں یہ دیکھ کر بھی حیران تھا کہ مجاہد ملت ان کے کڑوے سوالات پر جذباتی نہیں ہو رہے تھے اور بڑے پیار سے ان سے محو گفتگو تھے۔ کچھ دیر بعد وہ حضرت تشریف لے گئے میں نے کھڑکی سے انہیں جاتے دیکھا تو وہ ایک سائیکل پر سوار تھے اور کچھ سامان بھی لٹکا رکھا تھا۔ پہلے تو میں سمجھا کہ یہ حضرت کوئی ظاہری بڑے آدمی ہیں کہ مولانا نیازی انہیں احترام دے رہے ہیں۔ جب میں نے انہیں سائیکل پر جاتے دیکھا تو میری ان سے محبت مزید بڑھتی گئی۔ میں نے مولانا نیازی علیہ الرحمہ سے سوال کیا کہ نیازی صاحب! یہ شخص کون تھے تو مولانا نیازی نے اپنی گرجدار آواز میں فرمایا یہ شیخ دوست محمد ہے جو کہ میرا دیرینہ دوست ہے۔ وسن پورہ کا رہائشی ہے۔ بظاہر غریب ہے لیکن دل و دماغ میں انقلاب نظام مصطفےٰ ﷺ کی لازوال دولت رکھتا ہے۔ حلال کما کر کھاتا ہے اور بچوں کا پیٹ پالتا ہے لیکن اپنی سخت ترین نجی مصروفیات میں سے انقلاب مصطفےٰ ﷺ کے لئے ضرور وقت نکالتا ہے، یہ ایک سچا اور کھرا انسان ہے۔ بے شک بہت زیادہ تعلیم نہیں رکھتا لیکن معلومات کی بنیاد پر عالمانہ گفتگو کرتا ہے۔ پاکستان کا سچا سپاہی اور نظریہ پاکستان کا علمبردار ہے اور خدا اور رسول ﷺ کا سچا عاشق ہے۔ حضرت مجاہد ملت، بطل حریت، ضیغم اسلام، مولانا محمد عبدالستار خان نیازی علیہ الرحمہ کے اس جامع تعارف کے بعد میرے اندر ان کا احترام اور بڑھ گیا۔

یہ 1980 کا واقعہ ہے میں شیخ دوست محمد سے ملاقات کی خواہش کا جذبہ لئے پھر رہا تھا کہ ایک دن مولانا نیازی علیہ الرحمہ کے ہمراہ الحاج میاں مسعود احمد کی رہائش گاہ واقع وسن پورہ میں جانے کا اتفاق ہوا تو شیخ دوست محمد بھی وہاں تشریف لائے ان کے ساتھ ان کا بیٹا شیخ طاہر انجم بھی تھا وہاں سے پتہ چلا کہ شیخ طاہر انجم انجمن طلباء اسلام لاہور کا سرگرم رکن ہے پھر ملاقاتوں کا یہ سلسلہ بڑھتا گیا اور یوں محسوس ہونے لگا کہ شیخ دوست محمد لاہور میں انجمن طلباء اسلام کے حقیقی سرپرست ہیں۔ انجمن طلباء اسلام کے تمام سابق مرکزی و صوبائی عہدیداران تھے یا اس وقت کے عہدیداران سب کو میں نے شیخ دوست محمد کے دسترخوان پر دیکھا۔ حتیٰ کہ اس وقت انجمن طلباء اسلام کے صدر ڈاکٹر ظفر اقبال نوری تھے وہ یوں محسوس ہوتا تھا کہ شیخ دوست محمد کے گھر کے فرد ہیں اور ان کی اولاد بھی ان سے بہت پیار کرتی تھی۔ شیخ دوست محمد کا انتقال عاشقان رسول ﷺ کے لئے ایک بہت بڑا سانحہ ہے مفکر اسلام مفسر قرآن علامہ سید ریاض حسین شاہ صاحب مرکزی ناظم اعلیٰ جماعت اہل سنت پاکستان، سابق وفاقی وزیر مخدوم ملت حاجی محمد حنیف طیب۔ ممتاز دانشور میاں خالد حبیب الٰہی ایڈووکیٹ۔ چوہدری طاہر محمود ہندلی ایم پی اے۔ میاں فاروق مصطفائی امیر مصطفائی تحریک، ڈاکٹر حمزہ مصطفائی، غلام مرتضےٰ سعیدی، پروفیسر ندیم احمد اشرفی، صاحبزادہ حسن علی ٹیپو، صاحبزادہ محمد فضل الرحمان اوکاڑوی، علامہ محمد قاسم علوی، ڈاکٹر محمد اسحاق رحمانی، صاحبزادہ پیر سلطان ریاض الحسن قادری، رائے محمد نواز کھرل، اعجاز احمد فقیہی، رانا خالد قادری ایڈووکیٹ، شیخ ایس ایم شاہین، میاں عبدالرزاق ساجد، شمس الدین سہرانی، انجینئر سرفراز ضیغم، شمس الرحمان شمس، سید قیصر عباس شاہ، جیسی شخصیات کو میں نے شیخ دوست محمد کی وفات پر افسردہ دیکھا اور ان سب کی طرف سے دوست محمد کی دینی، ملی خدمات پر انہیں خراج تحسین پیش کرتے دیکھا۔ محترم حاجی محمد حنیف طیب نے مرحوم کو اہل سنت کا سرمایہ قرار دیتے ہوئے کہا کہ نوجوانان اہل سنت ایک شفیق بزرگ سے محروم ہو گئے ہیں۔ شیخ دوست محمد سچے عاشق رسول ﷺ تھے اور پاکستان سے محبت کرنے والے مخلص بزرگ تھے ان کی رحلت ان کے پسماندگان کے لئے تو بہت نقصان کا باعث بنی۔ نوجوانان پاکستان کے لئے بھی ایک سرپرست سے محرومی کا باعث بنی۔

تحریک پاکستان کے ممتاز رہنما مجاہد ملت حضرت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی علیہ الرحمہ کی طرح شیخ دوست محمد بھی کچھ کر گزرنے کی تڑپ رکھتے تھے اور ملکی حالات سے ہمیشہ پریشان رہتے تھے لیکن نوجوانوں کا ہمیشہ حوصلہ بڑھاتے رہتے تھے۔ شیخ دوست محمد کا روحانی سلسلہ نقشبندیہ موہڑہ شریف (کوہ مری) سے تھا لیکن سید ہجویر سے والہانہ محبت رکھتے اور داتا دربار پر حاضری کا سلسلہ مرتے دم تک جاری رہا۔ ان کی وصیت کے مطابق ان کی نماز جنازہ بھی حضور سیدنا علی بن عثمان ہجویری کے قدموں میں پڑھائی گئی اور قبرستان میانی صاحب میں دفن کیا گیا جہاں غازی علم الدین شہید سمیت سینکڑوں عاشقان رسول ﷺ کے مزارات ہیں۔

"خدا رحمت کنند ایں عاشقان پاک طینت را"

☆☆☆

MOHAMMED

(S.A.W)

MIRACLE

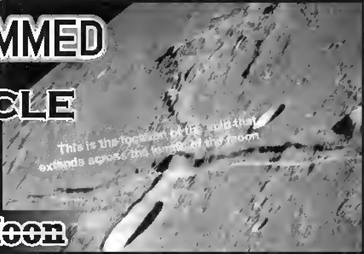

Split Moon

This picture shows the location of the "rocky belt" which shows the moon was once split.

The unbelievers of MakKah said to the prophet that if you are truly a prophet split the moon and if you do we shall believe. It was full moon that night.

And so the prophet prayed to ALLAH to grant him this miracle, and the moon was split. Half was seen over mount. Saffa, and the other half was seen over mount. Kaikaan.

The people said that the prophet has placed a spell on us, however if he played a trick on us, then he can't play a trick on all the people in the world! Abu jah! Then said: "let us wait until the people of albadiah come, and if they saw the moon split, then it is true, if not then we all know it was a trick of magic.

When the people of albadiah came they said that they too saw the moon split, and the disbelievers said "oh, how powerful Mohammad's magic is!"

Then Allah revealed surat al qamar: "The hour has come near and the moon has split, and when they see a sign, they turn and say 'this is a continuous magic' and they disbelieved and followed their desires..."

This took place in the days of the prophet Mohammad in MakKah. Soon the scientists came to discuss the most expensive trip to the moon, which coasted about 100 billion dollar, so the broadcaster asked them "so to put the American flag on the moon you spent this much money?!"

The scientists stated that this much money was spent because they were trying to study the internal structure of the moon to see what similarities it has with the earth, and they said that they were surprised to find a 'belt of rocks' that goes from the surface of the moon right to the inner depths.

Being quite surprised, they gave this information to their geologists, who were also surprised, as they concluded that this couldn't be unless the moon was once split and resealed. The rocks on the belt are a result of the impact during the time that the two halves of the moon recombined.

Watching this brother dawood musa jumped off his seat screaming "This is Mohammed's miracle which occurred more than 1400 years ago", and now the Americans are spending billions of dollars to prove it to the Muslims. He then said "This must surely be a true religion, and so, where once surat Al-Qamar was a cause for him disbelieving in Islam, it was now the reason for his embracing Islam.......

In one of dr. zaghlool al-najaar's seminars, in one of the British universities said: "the miracle of the splitting of the moon has been proven recently"... "One of the British brothers who is very concerned about the state of Islam "dawood musa" who is the new chairman of the British Muslims party who is planning to enter the coming election under the banner of Islam, which is spreading extremely fast in the west said "while he searching for the religion, a friend gave him a copy of quran translated in English. He opened it and came across surat al-qamar and read "the hour has come and the moon has split", looking at this he said 'the moon has split?!' he then stopped reading and did not open it again.

Then one day while watching a program on the BBC, the broadcaster was talking with three American scientists, and the broadcaster was blaming America for spending billions of dollars on space projects, in a time where millions of people are suffering from poverty.

The scientists were trying to explain why it is important to go into space exploration.

●●●